

مختلف علمی اصطلاحات کی توضیح کے علاوہ اللہ اسلام اور مشاہیر اسلام کے مختصر سوانح حیات اور اسلامی فرقوں کی مختصر تاریخ وغیرہ بھی بہ ترتیب حروف تہجی درج کی گئی ہے، اس کی جلد اول ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی تھی اور اب جلد دوم شائع ہوئی ہے، جہنم جیم سے فائے تک کے الفاظ آئے ہیں اس میں شہدائین کہ مصنف نے اس کی تالیف میں نہایت عرق ریزی سے کام لیا ہے، اولاً الفاظ کا استقصاء اور پھر ان کی عمدہ ترتیب، لائق مبارکباد ہے، اسی کے ساتھ اگر مصنف اس تالیف میں اپنی شخصیت کو عقائد و مذاہب سے بلند رکھتا تو زیادہ لائق ستائش تھا، لیکن افسوس ہے کہ اگر وہ مشاہیر کے تراجم اور مذاہب فقہیہ کی تاریخ میں مصنف کے خود ذاتی عقیدہ شیعیت کی جھلک بہت زیادہ نمایاں ہے، اور خصوصیت سے ایسی ہی روایتیں قبول کی گئی ہیں، جو کسی ایک فرقہ میں رائج ہیں لیکن پھر بھی مصنف کی یہ کوشش لائق مبارکباد ہے، اور اسلامی لغت اسلامی علوم و آداب کے مطالعہ میں نہایت کارآمد ثابت ہوگا،

کردار اور افسانہ، از جناب عبدالقادر صاحب، سروری ایم اے، ال ال بی مکتبہ

ابراہیمہ پبلیکیشن روڈ حیدر آباد، ۲۲ صفحات تقطیع چھوٹی جلد، قیمت ۵۰/-

مولوی عبدالقادر صاحب سروری نے اردو زبان کے فن افسانہ کی مستقل خدمت اپنے سپرد کر لی ہے، وہ ادب مختلف ممالک و اقوام کے افسانے مختلف ترتیب کے ساتھ اردو میں منتقل کر رہے ہیں، علاوہ ازیں نفس اردو فن افسانہ کی مستقل کتابیں کھڑے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں انکی ایک کتاب دنیا سے افسانہ شائع ہو چکی ہے، اور اب اسی کی دوسری جلد کردار اور افسانہ کے نام سے شائع ہوئی ہے، طبعین جہنم جیم، جلد اول میں ان خاص قصہ دیہرہ، اور جلد دوم میں کردار نگاری پر بحث کی ہے اور جلد سوم میں ان کے مختلف مشہور افسانوں کے کردار پر تنقید کی گئی ہے اور درست کردار و زبان میں ایسی تصنیفات کی تعداد بھی ملک میں معدودہ چند ہے، اردو زبان کا فن افسانہ علمی ترتیب میں حاصل کرنا جاتا ہے، اور اس کے لئے مصنف کو ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں،

جلد سبب و تم ۲۴  
ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۳۱ء  
عدد ۵

### مضامین

شذرات

سید سلیمان ندوی ۳۲۲-۳۲۵

حضرت ابو ہریرہؓ

مولوی شاہ معین الدین احمد فاضل دیوبند و دارالافتاء ۳۲۶-۳۵۶

ترکی کے چشم دید حالات

ڈاکٹر زبید احمد پٹیالہ، ڈی، الہ آباد، یونیورسٹی ۳۵۷-۳۶۳

ملا سعد پٹنوی

مولوی سید ریاض علی صاحب ندوی، فاضل دیوبند ۳۶۳-۳۶۹

سنہ ۱۹۳۰ء میں سائنس کی ترقی

”ع، ز“ ۳۸۰-۳۸۷

اخبار علمیہ

”ع“ ۳۸۸-۳۹۱

مرگ حیات آفرین

مولوی اقبال احمد صاحب، ایم اے، ال ال بی ۳۹۲-۳۹۵

ملت بے امام

محمد اسد خان صاحب، بی اے، (ملتان) ۳۹۶-۳۹۷

مطلبوعا جدیدہ

”ر“ ۳۹۸-۴۰۰

جناب مولانا عبدالقادر صاحب دریا بادی نے علم سے سرکاری دکن شرح پروردگار و ادب و ساتھ ہی اس مقدس سفر کے لیے ہر قسم کی مناسب ہدایتوں اور ضروری فنی مسکن پر مشتمل ہے

”عظیم“



## شخصیت

انسان کی کسی شخصیت اور شخصیتوں سے مرکب کسی جماعت میں کوئی مذہبی، اخلاقی، سیاسی، اجتماعی یا پیدا ہی نہیں ہو سکتا جب تک اس سے پہلے اس شخصیت یا جماعت میں کوئی ذہنی انقلاب پیدا نہ ہو نہ انقلاب دلیوں اور تجربوں سے زیادہ، اصول کی تاثیر اور چند معتقد علیہ بلند ہستیوں کی تبلیغ، دعوت، تحریر و تقریر سے پیدا ہوتا ہے جس انقلاب کو پیدا کرنا ہو اس کی حقیقت اور فائدوں کو بار بار دہرایا جائے، کہا جائے، بتایا جائے، ان کا ہر جگہ چچا کیا جائے اور ان کی خاطر قسم کی تکلیف اور مصیبت اٹھائی جائے اور ان کی راہ میں ہر طرح کی قربانی پیش کی جائے اور پورے عقیدہ اور یقین کے ساتھ ان کے مطابق اس کے مبلغ جو شب بیل اور سرگرمی کا انداز کرے کہ چاہے وہ دنوں میں ایک شخص کی تاثیر جماعت کو، اور جماعت کی تاثیر قوم کو کم اور زیادہ بنائی اور یہ عقیدہ اس کی زندگی کے ہر شعبہ کی روح بن جائیگا، اب تک دینا نے اسی اُھول پر ترقی کی ہے، اسی اصول پر ترقی کر گئی،

ہر انسان کی ایک انفرادی حیثیت ہے اور دوسری اجتماعی، انفرادی حیثیت سے انسان ایک خاص ذاتی جسم سے عبارت ہے جس کے اعضاء کے تمام افعال و حرکات ایک خاص صلاح کے ارادہ کے تابع ہیں اور ان اعضاء کا مجموعی فائدہ و نقصان ایک ہی شخصیت کے ماتحت ہوتا ہے یہ ایک ارادہ کی ماتحتی اور اعضاء کا باہمی فائدہ و نقصان میں یکساں اتحاد ایک شخصیت کو انفرادی حیثیت سے مستقل بناتا ہے اور انکو ایک مشترک جسمیت اور واحد شخصیت ٹھہراتا ہے لیکن اس ارادی اتحاد اور شخصی جمانی اشتراک کے باوجود ہر انسان کا ایک عضو ایک جسم کے جز ہونے کے باوجود اپنا علیحدہ وجود بھی رکھتا ہے مگر ہر عضو کا علیحدہ وجود پورے جسم کے نظام کے

اس طرح وابستہ ہے کہ پورے جسم کی مصلحتوں کی خاطر ہر عضو اپنی مستقل انفرادی حیثیت کو بھلا دیتا ہے بلکہ ان پر قربان کر دے اگر کسی ایک جسم کے تمام اعضاء میں یکساں ہو، یہ موافقت اور یہ قربانی نہ ہو تو اس جسم کا وجود بھی کچھ دیر کے بعد باقی نہ رہے اس مفہوم کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اجتماعی شکل اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کسی متحدہ اور مشترک غرض کی خاطر جمین کل کا فائدہ ہضم نہ ہو، تمام اجزاء اپنی انفرادی حیثیت کو بھلا نہ دیں،

—•—

جو کچھ جسم کے متعلق کہا گیا ہے وہی بعینہ جماعت اور جماعتوں کے مجموعہ قوم کے متعلق کہا جاسکتا ہے، قوم کے تمام افراد متحدہ ایک ایک عضو ہیں اور ان سب مل کر قوم کا جسم تیار ہوتا ہے، یہ تمام افراد ملکر ناقابل شکست یقین کسی مشترک خیال و عقیدہ پر اس طرح متفق ہو جائیں کہ وہ ہر ایک کی رگ گ میں تیر جائے، اور اس خیال و عقیدہ کی حفاظت اور عظمت، ہر ایک فرد کی زندگی کی غرض و غایت بن جائے، اسی کے لیے اس کا جینا اور مرنا ہو یہی روح ہے جو قوم کے جسم میں جب پیدا ہو جاتی ہے، تو وہ قوم زندہ ہو جاتی ہے اور اس وقت تک زندہ رہتی ہے جب تک یہ روح اس میں زندہ ہے،

—•—

یہی وہ حقیقت ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان مبارک لفظوں میں ادا فرمایا ہے،  
 ”وہ تمام لوگ جو ایمان کے ایک شے میں منسلک ہیں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو کو بھی صدمہ پہنچتا ہے تو سارے عضو اس درد کو محسوس کرتے ہیں اور کسی کو شکہ اور چین کی نیند نہیں آتی“  
 یہی باہمی معاونت، مشارکت، اور ہمدردی وہ اخوت اور برادری ہے جس کو قرآن پاک نے اِنْعَامُ الْمُؤْمِنِينَ اخوةً مِّنْ لَّدُنْہِ کہ تمام افراد جو ایمان کی برادری میں شریک ہیں، باہم حقیقی بھائی ہیں اور وہ مشترک خیال و عقیدہ جس کی بنیاد پر برادری قائم ہوتی ہے اس کی سنگی استقامت، اہمیت اور اس کے لیے پوری قوم کی حیات و موت کا فلسفہ قرآن پاک نے دین حنیف کے داعی اول حضرت ابراہیم کی زبان سے اس طرح بیان کیا ہے،



”میری نماز میری قربانی، میرا عین، میرا ساری دنیا کے پروردگار خدا کے لیے ہے۔ مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا تسلیم ہوں“

ایک مشترک برادری کیلئے دنیا کی مختلف قوموں نے مختلف رشتے تلاش کئے، بنی اسرائیل نے نسل کا اتحاد، یونانیوں نے وطن کا اتحاد، رومیوں نے سلطنت کا اتحاد، ہندوؤں نے ذات کا اتحاد اپنی سانسے رکھا لیکن کیا ان میں سے کوئی رشتہ بھی ایسا جو چین انسانوں کی تمام برادری داخل ہو سکے، دنیا ایک نسل اور ایک ذات نہیں بن سکتی اور نہ تمام دنیا ایک سلطنت ہو سکتی ہے، اور اگر ہزاروں ظلم کے بعد بزور بنائی بھی جائے تو قائم نہیں رہ سکتی، موجودہ یورپ نسل، نژاد، رنگ، اور جغرافیہ حدود کو اس اتحاد کا معیار قرار دیا، مگر اس کے نتیجے میں سب کی آنکھوں کے سامنے بنی اسرائیل، نسل، ذات، وطن، سلطنت، جغرافیہ تقسیم، اور رنگ کوئی مادی معیار انسانوں کی تمام برادری کو اپنے ایک مشترک گوشہ میں جمع نہیں کر سکتا ہے، اگر کوئی ایسی عمومی اور مشترک چیز قرار پا سکتی ہے تو وہ کوئی غیر مادی حقیقت ہی ہو سکتی ہے جو جس کے دامن میں وسیع دنیا کے ہر فرد کو پناہ مل سکے،

لوگ یورپ کی تنگدل قومیت اور وطنیت کے فشار سے گھبرا کر بعض ایسی مشترکہ انجمنوں اور سوسائٹیوں کے قیام کی فکر میں بن جو کسی غیر مادی تخیل کی برادری کی بنیاد پر قائم ہوں، مگر وہ غیر مادی تخیل ان کے سامنے کیا آتا ہے، انسانیت، مزدوری، سوشلزم، اشترازم، چین سے کوئی بھی تمام عالم کی وسعت کو محیط نہیں اور ہر اہل جانے والا اور مٹ جانے والا، انسانی معیار ہے، اور چین سے کوئی ایسی چیز نہیں جو نیکی، ایشاد اور احسان پر مبنی درست انسانوں کو بھار سکے، انسانیت کے تخیل سے باہر ہزاروں غیر انسانی مخلوقات ہیں جو کبھی بھی انسان نہیں بن سکتیں، اور یہ تخیلات کی بنیاد صرف روٹی پر ہے اور جو صرف سرمایہ داری کے خلاف غریبوں اور مزدوروں کے جذبات، نفرت کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ سب دنیا کے باطل بُت ہیں جو مٹ جائیں گے،

ذَٰلِكَ بَآئِ اللَّهِ هُوَ الْحَقُّ وَإِنَّ مَآئِدَ عِيسَى  
ہو الباطل وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (ج)

یہ ایسے کداریب اللہ ہی ایک حق ہے اور اس کے سوا یہ لوگ  
جسکو پکار رہیں وہ باطل ہے اور اللہ ہی بلند اور بڑا ہے۔

اسلام نے مادی اشتراکات اور تنگ تخیلات کو چھوڑ کر اس سب سے زیادہ غیر مادی سب سے زیادہ باقی سب سے زیادہ غیر متبدل سب سے زیادہ عالمگیر سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ سچی حقیقت کو اس اشتراک کے رشتہ اور اس برادری کا معیار قرار دیا، چین نہ صرف تمام نسلیں اور ذاتیں تمام جغرافیہ حدود اور رنگ، اور تمام سرمایہ دار اور مزدور بلکہ تمام مذہبی بلکہ تمام مخلوقات یکساں شامل اور داخل ہو سکتی ہیں اور وہ ایک رحم دلے، تمام عالم کے تہا پالنے والے، اور ساری نیکیوں کے مالک، حنان رحیم اللہ پر ایمان ہے کہ ہم سب صرف اسی کو اپنا آقا و مالک اور اپنا مائی و باجی سمجھیں اور یقین کریں اور اس کی تمام مخلوقات کیساتھ جو بندگی اور مخلوق ہونے میں ہمارے برابر ہیں، نیکی اور محبت سے پیش آئیں اس بلند حقیقتی اور سب سے بھی غیر متبدل، غیر مادی، روحانی و ذہنی حقیقت کو غیر متزلزل یقین اور عقیدہ کے ساتھ تسلیم کرنا ایمان اور توحید ہے،

یہ وہ برادری ہے چین نہ صرف وہ جو مسلمان ہیں، شریک ہو سکتے ہیں بلکہ وہ بھی جو رسمی مسلمان نہیں، برابر کے شریک ہیں قرآن نے سارے آسمانی کتابوں کے ماتے والوں کو ایک متحدہ معیار برادری کی دعوت ان لفظوں میں دی ہے،  
”اَلْکِتَابُ الْوَحْدُ الْوَاحِدُ بَاتِ بِرَحْمَتِ رَبِّهِمْ جُودٌ مِّنْ تَمِّنٍ بَّرٍّ جَزِيٍّ اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو خدا کو چھوڑ کر اپنا رب نہ بنائے۔“

اس وسیع عالمگیر صداقت کے رشتہ کو وسیع و عالمگیر برادری کی بنیاد قرار دیکر اسلام نے موقع دیا ہے کہ سچی حقیقتی، صحیح ترین، باقی اور غیر فانی حقیقت کو پورے جوش یقین اور استحکام کیساتھ تمام افراد انسانی اپنے بنائیں اور اپنے تمام کاموں کو اس مرکز کے دائرہ کے تحت، میں انجام دیں، یہ ہے ”گریٹر اسلام“ جس کے میں تمام دنیا سما سکتی ہے،



# مقالہ

## حضرت ابو ہریرہؓ پر گستاخاں

از مولوی شہادت حسین الدین صاحب رفیق دار المصنفین

کیسی عجیب بات ہے کہ آج بعض "جدت پسند" نام تعلیم یافتہ اصحاب علماء اسلام کو طعنہ دیتے ہیں کہ وہ ایک کلمہ کے بغیر عین اور پرانے زمانہ کے اماموں مجتہدین، محدثین، تابعین اور صحابہ کی باتوں اور روایتوں کو اس میں سہی نہیں مانتے ہیں لیکن خود ان محققوں کی دماغی غلامی کا یہ عالم ہے کہ وہ جو بات بھی کہتے ہیں وہ دوسروں کی نقل اور زری تقلید ہوتی ہے وہ عیسائی مشرکوں اور یورپ کے مستشرقین کے مخالف اسلام خیالات کو سنکر اس حیل پر جہالت احکام طے سے مرعوب ہو جاتے ہیں کہ وہ انکو تا مروجی و اہام سمجھ لیتے ہیں اور انہیں معلومات کو لیکر عام عوام کے سامنے اپنی تحقیقات غلطی کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے اسلام کے تجدید و اصلاح کا کام کیا، اسے مسلمانوں کی یہ دماغی غلامی بیکار ان امام مجتہدین، محدثین، تابعین اور صحابہ کی تقلید و تبعاع سے بہتر ہے جو انہوں نے اپنی زندگی ان مسلمانوں کے اسلام علیہ السلام کے احکام و پیام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کیا ہے؟

اس دماغی غلامی کا سبب بدترین مظاہرہ ہمارے بعض مسلم "یورپ دون" کا وجود ہے یہ اپنی تہذیب اپنے تمدن کی معاشرت اپنی تاریخ غرض ہر اس قومی عنصر کو جس سے قوم قوم بنی ہو لپکے بنائے ہوئے اصول اور معیار پر جانچے او گھنے ہیں اگر وہ ان پر پوری توجہ تو ان کے قابل قبول و مذہب قابل رد ہو خواہ اس دکر نے میں خود اسلام ہی کی پوری عمارت کون نہ کر جائے

اسلامی تہذیب معاشرت تو ان کے تہذیب کا نشانہ پہلے ہی سے تھی لیکن اب یہ سب کی باری آئی ہے اور اصلاح کے پردہ میں اس کے خلاف ہمت و ایمان شرع ہو گئی ہیں اور ہر لپکے و تہذیب اسلام کا تو تھرنے کی کوشش

کرنا ہے سب زیادہ قابل غم یہ ہے کہ یہی صرف یورپ کی نقالی ہے ورنہ ایسے نشان خاص جو عربی زبان بہت ہی سلیقہ و اہلیت رکھتے ہیں جنھوں نے قرآن پاک سمجھنے پر زندگی کے چند لمحے بھی صرف نہیں کئے جنھوں نے احادیث کے پڑھنے اور سمجھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کی وہ محض تہجدوں اور دوسروں کے نوشتوں پر بھروسہ کر کے پبلک میں اپنے جعلی فضل و کمال کی نمائش کرتے ہیں انکی اس کوشش سے انکو کم از کم یہی فائدہ حاصل ہو جاتا ہے کہ انکی صداقت کو سنکر کسی قبیل کے "مٹلاشیان حق" ادھر چٹو ہو جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کیلئے ان کے خراج تحسین بجا آئے اور عارضی طور پر انکی گرم بازاری ہو جاتی ہے، اس "تجدید ملت" کے مساعی حیلہ و قنا و قنا اس فرقہ کے ایک خاص "صحیفہ" میں اکثر نظر آتے رہتے ہیں لیکن حال میں اس "مختفانہ سلسلہ" کی جو زرین قسط گمراہ و قیافہ سی مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پیش کی گئی ہے وہ اپنی گونا گوں خصوصیات کے بہت عجیب تر ہے اور اس لئے قابل توجہ ہے

اس پہلے کے مقالات میں غریب پرانے مولوی "مجددین ملت" کے ہدف ملامت بنے تھے لیکن تازہ مقالہ میں پرواز اصلاح نے آج سے تیرہ سو سال پھر کھرکھی بکرام عنوان ائمہ علیم جمعین خلافت مورچہ جابا ہے کہ درمیانی واسطوں کو چھوڑ کر براہ راست گلشن اسلام کے باغبانوں ہی کو مخرج کر کے روز و رنہ کے مذہبی مناظر و کا قصہ ختم کرو دیا جائے کہ جب صحابہ ہی جو قصہ اسلام کے اساطیر ہیں گرا دیئے جائیں گے تو مذہب کی بوسیدہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے گی اس طرح سے حدیث کا دفتر بے پایاں بھی ناقابل اعتبار قرار پا جائیگا اور جب حدیثین ناقابل اعتبار ہو جائیں گی تو من مانی تاویلوں کیلئے دروازہ کھل جائیگا لیکن لایق مضمون نگار کو معلوم ہونا چاہئے، اگر گستی سراپا باد گبر و چراغ مقبلان ہر گز نیر و

چنانچہ تازہ مقالہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کو جو صحابہ کے زمرہ میں سب زیادہ کثیر الروایہ ہیں شریعت کیلئے منتخب فرمایا گیا ہے اور اس محترم سہی کو ساقط الاعتبار قرار دینے کے لئے تدلیس کذب، مغالطہ اور اس قبیل کا کوئی ایسا ادھبہا حربہ نہیں ہے جو استعمال نہ کیا گیا ہو اس کوشش میں جا بجا غلط فہم و خجاری و وسعت نظر اور سخن فہمی کا پردہ بھی فاش ہو گیا ہے اس جرات اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہے کہ شروع سے آخر تک مضمون کا ایک



لفظ بھی صحیح نہیں اور اس پر اس دلیری سے صحابہ پر تنقید گواہ ہے اس سلسلہ کے جو مضامین نظر سے گزرے وہ بھی تحقیق اور سرچ میں اس کم نہ تھے لیکن جس دیانت کا نازہ مضمون میں ثبوت دیا گیا ہے اس کی مثال شکل سے مل سکے گی اسلئے اسکو نظر انداز کر دینا ہر عامی کا حوصلہ بڑھا رہا ہے

سب سے پہلے اس بات پر تعجب ہوا کہ وہ آزاد و بیباک محرر جو حق گوئی کی خاطر مسلمانوں کی، مسلمانوں کے علوم کی صحابہ کی کسی کی پروا نہیں کرتا آخر وہ کس باطل کے خوف سے اتنا لرزہ بر اندام ہوتا ہے کہ مضمون میں اپنے نام کے اظہار کی جرات بھی نہیں پاتا، اور سرکاری نوکری کے باہر نہ چند خزانہ ریز دن کے ڈر سے اپنے نام و عہدہ کو چھپا ہی کر رکھتا، اپنی دنیاوی مصلحت جانتا ہے جس شخص کی جرأت کا یہ حال ہو اسکی دوسری اخلاقی جرات کا کیا ذکر؟ بہر حال اس احمقانہ نام کی میسج کو شش کے باوجود حصول شہرت کا بے خواستہ جذبہ ملین کے پیچھے ہے اپنے حسن کی نمائش میں مصروف ہے، اما اور زبان کی "صحت" طرز خیال کی "نخیدگی" تحقیق اور نظر کی وسعت ہر چیز غمازی کرتی ہے کہ اسکا سرخسہ بھی وہی ہے جس سے اس سلسلہ کے پچھلے مضامین نکل چکے ہیں، لیکن حق گوئی کے نقاب میں چہرہ نہ نظر نہ آتا تھا حالانکہ اصلاح و تجدید کی دعوت برافگندہ نقاب و رعلی رؤس الاشهاد ہونی چاہئے کہ "مجددین" اور علی سے امت نے تجدید کی دعوت پس پردہ نہیں بلکہ برسرِ دردی ہے، بہر حال ہر مضمون نگار کے ذوق خود کا کاغذ ہونا چاہئے کہ ایک موقع پر انھوں نے خود ہی اپنی بغدادی سیاحت کا حوالہ دیکر جبکہ وہ اپنی عربی دانہ کے ثبوت میں اکثر پیش فرماتے رہتے ہیں، خود ہی اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا کر اپنا تعارف کر دیا ہے

اس مضمون نگار کو صحابہ کے مطابق لکھنے کیلئے کسی بڑی کوشش کی ضرورت نہ تھی اردو کی بہت سے چھپی ہوئی مناظرہ کی کتابوں میں یہ معلومات اکمل سکے تھے، اور ہر مضمون نگار کی علمی وسعت سے یہ بدگمانی نہیں ہے کہ انھوں نے ان سے فائدہ نہ اٹھایا ہوگا، لیکن ان کے جواب میں جو رسالے لکھے گئے ہیں اگر وہ انکو بھی دیکھ لیتے تو نہ انکو مضمون لکھنے کی ضرورت پیش آتی اور نہ ہر جواب کی یہی سبب ہے کہ مضمون نگار نے پورے مضمون میں کہیں کتابوں

کے ابواب یا صفحات کا حوالہ نہیں دیا ہے، شاید یہ بھی مقصود ہو کہ اس طرح لوگوں کو جواب کیلئے ان کے حوالوں کے ڈھونڈنے میں وقت ہوگی، اور ان کے کذب و تدلیس کا پردہ فاش نہ ہوگا

اس سے پہلے کہ مقالہ نگار کی تنقید پر نظر ڈالی جائے اس سے یہ سوال کرنا ہے کہ اس نے اپنے مضمون کی اس سرخی "بعض عقائد اسلامی کے کمزور ماخذ کے ماتحت جو احادیث نقل کئے ہیں ان میں کون سی روایت عقیدہ اسلامی کے متعلق ہے غالباً اسکو معلوم ہوگا کہ عقیدہ یا ایمان صرف توحید، رسالت، صحت ہماوی، ملائکہ اور حشر و نشر پر صدق دل سے یقین کا نام ہے، لیکن ان میں کسی شے کے متعلق اس نے کچھ نہیں کہا ہے، پھر اس مضمون کو عقائد سے کیا تعلق ہے؟ اور اگر اس کے نزدیک ایمان و عقیدہ کے کچھ اور اجزاء بھی ہوں، تو براہ کرم عامہ مسلمین کو اس سے آگاہ فرما کر ممنون کیا جائے، ورنہ پھر یہی سمجھا جائیگا کہ اس سرخی کے ماتحت ہر کی رطب یا لب مریات بخمین عقیدہ دور کا بھی لگاؤ نہیں نقل کئے کے عوام اور تعلیم یافتہ طبقہ کو عقائد اسلامی کے متعلق بتانا دینا مقصود ہے؟

معارض کے اس مضمون کے دو حصے ہیں، پہلے حصہ میں اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تاریخی اور اخلاقی حیثیت سے گرنے کی کوشش کی ہے اور دوسرے حصہ میں انکی روایتوں پر عاتلانہ تنقید کی ہے

### مضمون کا پہلا حصہ

کیا ابوہریرہ اسلام لاتے وقت صغیر السن تھے؟ اس سلسلہ میں معارض نے سب سے اول حضرت ابوہریرہ کو ان کے قبول اسلام کے وقت صغیر السن ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ سرے سے انکی تمام مرویات مشتبہ ہو جائیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

(۱) "حب ابوہریرہ مدینہ میں آئے تو نہایت مفلوک و مفلس تھے اور غالباً کم سن بھی تھے پھر اس کم سنی کے ثبوت میں صرف ایل و سلین پیش کی ہیں،



۱۔ جب وہ مدینہ آئے تو یتیم و یتیم و مفلوک تھے۔

۲۔ ان کی کنیت ابو ہریرہ (بلیون و لے) تھی۔

۳۔ مردان جس نے سترہ سے سترہ تک خلافت کی، وہ انکو اپنا خلیفہ بناتا تھا۔

۴۔ حسن بصری سے ان سے ملاقات ثابت ہے، اس لئے وہ کم سن تھے،

۵۔ جب وہ مدینہ آئے تو انکی بان زندہ تھیں، اور جس کی بان زندہ ہو وہ کم سن،

قیسی افلاس اس دعوے کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں بڑا ہوشیاری

کی حالت میں اور جب میں نے آنحضرت صلیعہ کے پاس ہجرت کی اس وقت میں مسکین تھا اور لوگوں کو تھا غرض ان

کی مٹی کا صرت پیٹ کی روٹی پر اور باری باری اونٹ چرانے پر چون لوگوں کے لئے لکڑیاں چننا جب

وہ اترتے اور جانوروں کو گا کر چلاتا جب وہ سوار ہوتے ہو شکر ہے اس کا جس نے دین کو مضبوط کیا

اور ابو ہریرہ کو دین کا پیشوا بنایا یہ روایت نقل کر کے معترض کہتا ہے کہ آخری جملے قابل غور ہیں

معلوم نہیں سخن فہم فاضل اس روایت کے کس جملہ سے ابو ہریرہ کا کم سن ہونا ثابت کرتے ہیں

وہ یہ نہیں کہتے کہ میں کم سن یتیم ہو کر آنحضرت صلیعہ کے پاس آیا، بلکہ وہ یہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے

ہیں اس کے بعد کے واقعہ معنی آنحضرت صلیعہ کے پاس آنے کو اس کے ماقبل سے کوئی تعلق نہیں پڑو

واقعہ الگ ہیں اگر ناقد نے اس روایت کے الفاظ پر غائر نظر ڈالی ہوتی تو اسکو معلوم ہو جاتا کہ یہ

روایت اسکی نایند کے بجائے تردید کرتی ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں بڑا ہوا یتیمی کی حالت میں

اور جب آنحضرت صلیعہ کے پاس ہجرت کی تو الفاظ خود شاہد ہیں کہ وہ بڑے ہونے کے بعد خدمت نبوی میں حاضر

ہوئے، دوسرے بظری اصول بھی پیش نظر رہنا چاہئے تھا کہ کوئی صغیر السن بچہ مذہب کی تلاش میں

دور دراز کا سفر نہیں کر سکتا کہ اس قسم کی تلاش حق تو پختہ کاری میں ہوتی ہے مزید بحث آگے آئیگی

قابل غور ہے تعلق گذارش ہے کہ خود بائند ابو ہریرہ کوئی خلیع اور فریب کار تو تھے نہیں ہر جہا

قابل غور ہے تعلق گذارش ہے کہ خود بائند ابو ہریرہ کوئی خلیع اور فریب کار تو تھے نہیں ہر جہا

۱۔ عسرات باوجود مخالفت آپکو بھی ہوگا کہ وہ اپنے پیشوا ہونے کے بعد فخر یہ کہتے ہیں کہ دیکھو میں نے کیسی

چالاکی کی کیسی زبانوں حالت میں آیا تھا اور اپنی چالاکیوں سے آج دین کا پیشوا ہو گیا، بلکہ ۲۔ ماہنامہ ملت

محدث کے قرآنی اصول پر اس سے باری تعالیٰ کا شکر یہ مقصود ہے کہ ایک وہ دن تھا کہ میں نادار و مفلس تھا

اور آج خود اپنے فضل و کرم سے مجھے اس رتبہ تک پہنچایا، ان جملوں پر توجہ دلانے سے معلوم نہیں فاضل

ناقد نے ابو ہریرہ کا کون سا چھپا ہوا راز معلوم کر لیا، اگر وہ حضرت ابو ہریرہ کے ان فقر و غنا کو قابل غور

سمجھتے ہیں تو لغو ذرا بت سورہ العنقرضہ کو وہ اور زیادہ قابل غور سمجھتے ہوتے، حسین خود آنحضرت صلیعہ

کی زبان مبارک سے یہی تعلیم نقل کی گئی ہے،

ابو ہریرہ کی کنیت، دوسری جگہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ ابو ہریرہ کی کنیت سے انکی صغیر سنی ثابت فرماتے

ہیں لیکن چونکہ غلط بیانی پر ضمیر ملامت کرتا ہے، اس لئے عجب متضاد مضحکہ انگیز اور بے سرو پا باتیں لکھ جاتے ہیں

ارشاد ہوتا ہے، یہ تہ نہیں چلتا کہ ابو ہریرہ کی کنیت کی کیا وجہ ہے..... ممکن ہے ابو ہریرہ کی کنیت اس

اس واسطے پڑ گئی ہو کہ ابو ہریرہ نے حسب عادت رسول اللہ صلیعہ سے روایت بیان کی کہ ایک مسلمہ پر

اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے عذاب کیا کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا مار دیا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو انھوں نے

کہا خدا ابو ہریرہ پر رحم کرے کیا ایک مومنہ پر ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہو سکتا ہے غالباً اس واقعہ نے ابو ہریرہ

کی کنیت کو مشہور کر دیا ہو، مگر و اتیون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس کنیت کو اپنے لئے پسند کرتے تھے

اس لئے ممکن ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلیعہ کی خدمت میں طفل صغیر کی حیثیت سے حاضر کئے گئے ہوں اس وقت

وہ بلی کے بچہ کو گود میں لئے ہوں اور آنحضرت صلیعہ نے انکا لقب ابو ہریرہ رکھ دیا ہو، کیونکہ آپ مزاحاً ایسی

کنیت رکھ دیا کرتے تھے، جیسے ابو تراب مگر اس واقعہ کی کوئی سند کم از کم میری نظر سے نہیں گذری تھی

یہ ہے کہ ہریرہ انکی لڑکی کا نام رہا ہو، کیونکہ ان کے داماد بھی حدیثوں کے بڑے راوی تھے، اور انکا

نام عاصم ہے، مگر وقت یہ ہے کہ رسول اللہ نے انکو ابو ہریرہ کیسے پکارا

نام عاصم ہے، مگر وقت یہ ہے کہ رسول اللہ نے انکو ابو ہریرہ کیسے پکارا

نام عاصم ہے، مگر وقت یہ ہے کہ رسول اللہ نے انکو ابو ہریرہ کیسے پکارا



فصل فقہیہ میں ابوہریرہ کی تحریر میں کتنی متضاد اور غیر مربوط باتیں لکھ گئے ایک طرف انہیں کینیت کا صحیح پتہ نہیں چلتا دوسری طرف وہ بی اور مومنہ کی حدیث سے کینیت پیدا کرتے ہیں تیسری طرف وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا لقب تجویز فرماتے ہیں پھر ابوہریرہ کی لڑکی کا نام ہرہ فرض کر کے اسکو کینیت کا سبب قرار دیتے ہیں پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میری نظر سے نہیں گذری اور سب سے زیادہ حیرت انگیز اس پر ہے کہ رسول اللہ نے ابوہریرہ کو اس کینیت سے کیونکر پکارا غرض یہ آشفہ نگاری اور پریشان نظری فصل نقاد کے دماغی اختلاف کا عجیب و غریب مرقع ہے

حیرت ہے کہ جس نے بزم خود روایات و احادیث کی تمام کتابیں کھنگھال ڈالی ہوں اس کی نظر سے کینیت کی سند گذری ہو حالانکہ اسکی سند طبقات کی ہر کتاب اور حدیث کی بعض کتابوں میں موجود ہے ترمذی میں خود ابوہریرہ کی زبانی منقول ہے کہ میں بی کا ایک بچہ پالے تھا اسے رات کو ایک درخت میں رکھ دیتا اور صبح کو کریان چراتے وقت ساتھ لے لیتا اور اس کھیلتا تھا لوگوں نے اسے ساتھ میری یہ دیکھی دیکھ کر مجھکو ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا (ترمذی مناقب ابوہریرہ)

اس روایت سے کینیت کی دشواری حل ہو گئی ہوگی اور آپکو قیاسی مفروضات کی ضرورت نہ پیش آئے گی بی اور سلمہ کی روایت تنہا ابوہریرہ سے مروی نہیں ہے کہ اسکو انکی کینیت کا سبب قرار دیا جائے بلکہ ابن عمر سے بھی مروی ہے اور کئی طریقوں سے مروی ہے (دیکھئے بخاری ج اول ص ۹۵ و مسلم ج ۲ ص ۹۹ و مطبوعہ) اگر یہ واقعہ بھی کینیت کا سبب ہو سکتا تھا تو ابوہریرہ سے زیادہ ابن عمر کے سختی تھے حضرت عاتقہ کی تنقید سے عقلاً و نقلاً اس روایت کی تضعیف نہیں ہو سکتی اتفاقاً اس لئے کہ ہمیں جائزہ رون پر شفقت کی تعلیم ہے نقلاً اس لئے کہ ابوہریرہ کے علاوہ اور صحابی بھی اس کے راوی ہیں ہریرہ نام ابوہریرہ کے کوئی لڑکی نہ تھی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کینیت رکھی تھی بلکہ چچن میں لکے وطن میں رکھی گئی تھی جیسا کہ ترمذی کی روایت ظاہر ہے ابوہریرہ کے والد کا نام عام نہیں بلکہ سعید بن مسیب ہے (تہذیب التہذیب بن جریر ذکرہ سعید بن مسیب) یہ بھی غلطی

ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کینیت بھی رکھی تھی اور پھر انکو یہ دقت بھی محسوس ہو رہی ہے کہ رسول اللہ نے انکو ابوہریرہ کیسے پکارا حالانکہ اسمیں کوئی دقت نہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی کینیت سے لوگوں کو نہیں پکارتے تھے آپ نے تو خود حضرت علی کی کینیت ابو تراب رکھی تھی یہ تو بہت موٹی سی بات ہے کہ جبکا جو نام ہوگا لوگ اسکو اسی سے پکاریں گے اسمیں دقت کیا ہے عرب میں کینیت کی حیثیت نام کی ہوتی ہے بلکہ اس کے لگے لوگ نام کو بھول جاتے ہیں

مردان کی نیابت | دعویٰ کے تیسرے ثبوت میں ارشاد ہوتا ہے کہ مروان بن حکم نے سترہ سے سترہ تک خلافت کی اس زمانہ میں ابوہریرہ کو مروان نے مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا پھر اس کے ثبوت میں مسلم کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ابوہریرہ جب اسلام لائے تو انکی چھٹیس سال کی عمر تھی اگر جنگ خیبر میں انکی عمر چھٹیس سال تھی جو سترہ کا واقعہ ہو تو سترہ میں انکی عمر ۹۰ سال کی ہوئی جو سن ایک شیخ فانی کا ہے مگر ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نصیرہ میں وفات پائی اور انکی عیادت کو حسن بصری آئے اس کے بعد حسن بصری کی عیادت میں آنے کا واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس حساب تو وہ (ابوہریرہ) بالکل غیر طبعی عمر میں مرتے ہیں حالانکہ تاریخ کی روایت کا انتقال چھتر سال کی عمر میں ہوا اگر یہ صحیح ہے تو ابوہریرہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت بالکل نو عمر بچہ تھے یہ نتیجہ اس واقعہ اور بھی زیادہ قوی ہو جاتا ہے کہ ابوہریرہ کا خود بیان ہے کہ انکی والدہ بھی انکے ہمراہ تھیں

ناظرین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ مذکورہ بالا واقعات میں سے ایک واقعہ بھی صحیح نہیں ہے کسی میں کذب صریح ہے اور کسی میں تدلیس یا مغالطہ سے کام لیا گیا ہے ستم ظریفی یہ ہے کہ اس صریح غلط بیانی پر حق لقب فرماتے ہیں

حسب پہلی غلط بیانی یہ ہے کہ اس مورخ نے ہمتاے مروان کا زمانہ سترہ سے سترہ تک بتایا ہے حالانکہ وہ غریب سترہ میں مر چکا تھا سترہ میں تو اسکی ہڈیاں بھی قبر میں باقی نہ رہی ہوں گی جناب حق کو سترہ



تک مروان کا زمانہ نہیں بلکہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ ہے اور وہ بھی آپ کے قول کے مطابق سترہ سہ سنین  
بلکہ سترہ سے شروع ہو کر سترہ پر ختم ہوا ہے اور اگر ابو حنیفہ دینوری، طبری، یعقوبی، مسعودی، ابن اثیر،  
ابو الفداء، ابن خلدون وغیرہ کی متداول تاریخوں کے علاوہ جناب کوئی جدید ماخذ دریافت فرمایا ہو، تو انکو  
اس علمی اکتشاف پر مبارکباد دیتا ہوں اس ہم بنامزدون کو بھی آگاہ فرمایا جائے، یورپ کو کتابوں کی تلاش پر بڑا ناز  
ہے لیکن اس جدید اکتشاف پر شاید وہ بھی انکشت بدندان رہ جائیگا، دوسری ضمنی تاریخی غلطی یہ ہے کہ غزوہ  
خیر کا زمانہ سترہ بنایا گیا ہے، حالانکہ غزوہ مذکور خرم سترہ میں ہوا، جیسا کہ تمام کتب سیر میں ہے، اگر آپ  
غزوہ خیر کا سن صحیح رقم فرمائے تو حضرت ابو ہریرہ کی عمر ایک سال اور بڑھ جاتی ہو یہ اضافہ آپ کے لئے کارآمد  
نہ ہوتا کہ ایک سال کے اضافہ سے وہ غیر طبعی عمر میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔

تیسری تدلیس یہ ہے کہ مروان کی گورزی کے ایک واقعہ کو اس کی خلافت کے زمانہ میں دکھایا گیا  
ہے، حالانکہ مروان ابو ہریرہ کو اپنی خلافت کے زمانہ میں نہیں بلکہ امیر معاویہ کے عہد حکومت میں جبکہ وہ  
انکی جانب سے مدینہ کا گورنر تھا، اپنی عدم موجودگی میں کبھی کبھی اپنا خلیفہ یعنی نائب بناتا تھا، اور اس کی  
گورزی کا زمانہ سترہ سے شروع ہوتا ہے، (ملاحظہ ہو طبری و ابن اثیر وغیرہ حوادث سترہ) اگر جناب کی  
تعدادی ساحت عربی دانی کے لئے کچھ مفید ہوئی ہو تو خود آپ کی نقل کردہ مسلم کی روایت سے یہ مشکل  
حل ہو جاتی، مسلم کے الفاظ یہ ہیں ان باہرۃ حسین کان یتخلف مروان علی المدینۃ یعنی  
جب مروان ابو ہریرہ کو مدینہ پر اپنا قائم مقام بناتا تھا اس جملہ کے الفاظ خود شاہد ہیں کہ یہ واقعہ مروان  
کی حکومت کے زمانہ کا نہیں بلکہ اس کی گورزی اور امارت مدینہ کے زمانہ کا ہے، آپ کو معلوم ہو گا کہ  
بنو امیہ اور مروان کا دلا بخلاف دمشق تھا، اس لئے خلیفہ دمشق کے مدینہ میں قائم مقامی کے کیا معنی؟ اور  
اس سے یہ بھی مراد نہیں لیجا سکتا کہ وہ اپنی حکومت دمشق کے زمانہ میں ابو ہریرہ کو مدینہ کا گورنر بناتا تھا  
کیونکہ اس کے لئے عربی محاورہ یتخلف کے بجائے یتعمل ہوتا، اس لئے اس استخلاف کے سوا

اس کے کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے کہ مروان امیر معاویہ کے عہد میں اپنی مدینہ کی گورزی کے زمانہ میں  
ابو ہریرہ کو کبھی کبھی اپنا قائم مقام بناتا تھا، بہر حال اس سے کم از کم آپ کی یہ کوشش بالکل مانجان گئی  
کہ ابو ہریرہ مروان کے زمانہ میں ۹۰ سال کے ہو جاتے ہیں اس لئے وہ عہد نبوی میں صغیر السن تھے، رہا یہ  
سوال کہ انکی صحیح عمر کیا تھی تو اس کا جواب آگے آتا ہے،

یہ دلیری اور تناقض بیان بھی کس درجہ حیرت انگیز ہے کہ ابھی آپ ابو ہریرہ کو ان کے اسلام کے وقت  
کم سن ثابت کر رہے تھے، لیکن پھر چونکہ مروان کے زمانہ میں انھیں شیخ فانی دکھانا تھا اس لئے اسلام کے  
وقت ان کی چھتیس سال کی عمر فرض کر لی دیکھا لیکہ اس سے آپ کو کوئی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا، اگر  
آپ نے رجال کی کتابوں کے دیکھنے کی زحمت گوارا کی ہوتی تو آپ کو آسانی کے ساتھ ان کی عمر معلوم  
ہو جاتی، اصحابہ میں خود انھیں کی زبانی مروی ہے کہ "میں غزوہ خیر کے زمانہ میں (یعنی سترہ میں) رسول  
کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی، اس وقت سے لیکر آپ کی وفات تک  
برابر آپ کے ساتھ رہا، (ملاحظہ ہو اصحابہ ابن حجر عسقلانی ج ۵، ص ۲۰۵ مصر)

کیا اس صریح شہادت کے بعد بھی آپ کو اسلام کے وقت یا آنحضرت صلعم کے عہد میں ابو ہریرہ کی  
صغر سنی پر اصرار رہیگا؟

حضرت ابو ہریرہ کے اسلام کا واقعہ رجال و طبقات کی تقریباً تمام اور حدیث کی بعض کتابوں  
میں مفصل مذکور ہے، اس کو دیکھ کر آپ آسانی کے ساتھ ان کی عمر کے متعلق صحیح فیصلہ کر سکتے تھے، چنانچہ  
یہ واقعہ حدیث کی مستند ترین کتاب بخاری میں ہے، جب ابو ہریرہ نے اسلام قبول کرنے کی غرض سے  
مدینہ کا رخ کیا تو راستہ میں نہایت ذوق و شوق سے یہ شعر پڑھتے جاتے تھے،

یا لیلۃ من طولھا و عنا ئھا  
لا انھا من اداس الکفر نجت  
لے رات اس کی درازی اور اس کی مصیبت  
ہاں اس نے کفر کے گھر سے نجات دی،



اس تلاش حق کے راستہ میں انکا غلام بھی ان کے ساتھ تھا، وہ گم گیا، جب ابوہریرہ مدینہ پہونچکر اسلام قبول کرچکے تو انکا گم شدہ غلام بھی آگیا، اس کو دیکھکر آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا ابوہریرہ لو تمہارا غلام آگیا، ابوہریرہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ لوجہ افتد آزاد ہو، (ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۳۴۳ و ۳۴۴) مطبوعہ کزن پریس دہلی، اس واقعہ کے بعد میں فاضل محقق سے سوال کر سکتا ہوں کہ کیا ایک صغیر السن بچہ جسے حق و باطل کی کوئی تیز بین نہیں ہوتی اس ذوق و وجد کے ساتھ حق کی تلاش میں گامزن ہو سکتا ہے؟ اور انکے سامنے غلام و آقا کی یہ صورت پیدا ہو سکتی ہے؟

حسن بصری سے ملاقات: تیسرا مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ حضرت حسن بصری اور ابوہریرہ کی ملاقات سے ابوہریرہ کے غیر طبعی عمر میں پہونچ جانے کا نتیجہ نکالا گیا ہے، حالانکہ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات نہایت آسانی کے ساتھ ابوہریرہ کی طبعی عمر میں ہو سکتی ہے، حسن بصری کا زمانہ ابوہریرہ سے اتنا متاخر نہیں ہے کہ غیر طبعی عمر میں دونوں کی ملاقات نہ ہو سکتی ہو، حسن بصری سمولی شخصیت کے بزرگ نہیں کہ ان کے حالات پر وہ خفا میں ہوں بلکہ وہ علیل القدر تابعی ہیں طبقات و رجال کی اکثر کتابوں میں انکے تفصیلی حالات موجود ہیں انکے سال پیدائش کو دیکھکر آپ نہایت آسانی کے ساتھ اس کا فیصلہ کر سکتے تھے، کہ انکی اور ابوہریرہ کی ملاقات غیر طبعی میں ہو سکتی تھی یا نہیں، لیکن آپ کو تو عوام کو مغالطہ دینا مقصود تھا، اس لئے خواہ مخواہ اس تحقیق کی کیون رتخت گوارا فرماتے، اب آئیے اس فرض کو پورا کر کے آپ کے مغالطہ کا یہ پردہ فاش کیا جاتا ہے، حضرت حسن بصری حضرت عمرؓ کے اخیر عہد خلافت میں پیدا ہوئے، طبقات کی سب قدیم اور سب مستند کتاب ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں ولد الحسن بالمدینۃ لستین بقیتا من خلافتہ عمر بن الخطاب یعنی حضرت حسن بصری حضرت عمرؓ کے اختتام عہد خلافت سے دو سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے، (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۱۸ ایڈن) اور جب سلسلہ میں انکا انتقال ہوا (کتاب مذکور ص ۱۱۸) حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں ولد لستین بقیتا من خلافتہ عمر بن الخطاب نشاء

بوادی القدری یعنی حسن بصری عمرؓ کے ختم خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور بوادی القدری میں نشوونما پائی (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۳) حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں تحفظ کتاب اللہ فی خلافت عثمان و سمعہ یخطب مدرات دکان یومہ الدارین اربع عشرۃ سنۃ یعنی حسن بصری نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں کلام اللہ حفظ کیا اور انکو بار بار تقریر میں کرتے ہوئے سنا اور یوم الدار حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کا دن، میں وہ ۴۵ سال کے تھے، پھر سنہ وفات میں لکھتے ہیں کہ مات سنہ عشر و معانیۃ یعنی میں انتقال کیا، (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۱ ص ۶۲ و ۶۳)

”یوم الدار میں ۴۵ سال کا ہونا خود اسکا ثبوت ہے، کہ وہ حضرت عمرؓ کے اختتام خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے ۱۲ سال خلافت کی اس لئے انکی خلافت کے آخری سال میں جبکی عمر ۴۵ سال کی ہوگی وہ انکی خلافت سے دو سال پہلے پیدا ہوا ہوگا یعنی وہی حضرت عمرؓ کے اختتام عہد خلافت سے دو سال قبل اور حضرت عمرؓ کی ۲۳ سنہ میں شہید ہوئے، اس لئے حضرت حسن بصری کا سال پیدائش اس سے دو سال پہلے ذی الحجہ ۲ سنہ یا اس سے ایک مہینہ پہلے یا بعد متعین ہوا،

اب غیر طبعی اور غیر طبعی میں ملاقات کا فیصلہ نہایت آسان ہے خواہ حضرت ابوہریرہ کے اسلام کے وقت سنہ میں میرا متعین کردہ سن تیس سال لیجئے، یا اپنا متعین کردہ چھتیس سال، اگر اس ملاقات میں حضرت حسن بصری کی عمر ۲۵ سال بھی فرض کی جائے جو سن رشد کے لئے بہت کافی ہے، جبکہ سنہ ہوگا تو میری متعین کردہ عمر کے حساب سے اس ملاقات کے وقت حضرت ابوہریرہ کی عمر تقریباً کم و بیش ۶۸ سال ہوگی اور آپکی متعین کردہ عمر کے حساب سے تو چار پانچ سال اور بھی گھٹ جائیں گے یعنی کم و بیش ۶۳ یا ۶۴ سال کی عمر ہوگی، بہر حال دونوں صورتوں میں طبعی ہی عمر میں دونوں کی ملاقات ہوتی ہے،

اب اس کو دوسری شکل سے بھی جانچ لیجئے، حضرت ابوہریرہ کی وفات باخلاف روایت ۷۵ سے ۷۹ تک کسی سنہ میں ہوئی ہو اور وفات کے وقت ۸۰ سال کی عمر تھی اسلئے انکی



ملاقات حسن بصری سے جو سلسلہ میں پیدا ہونے نہایت آسانی کے ساتھ طبعی میں ہو سکتی ہو،

اس سلسلہ میں آپ کا یہ خیالی دعویٰ کہ ابوہریرہؓ نے بصرہ میں وفات پائی معلوم نہیں کہ ان کی گپ ہی اس قسم کی تو کوئی ضعیف سی ضعیف روایت بھی نہیں مل سکتی غالباً آپ نے حسن بصری کی ملاقات سے یہ نتیجہ نکالا ہو لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مدینہ خود تمام طالبان علم کا مرجع تھا ابوہریرہؓ کو بصرہ جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے شافعیین حدیث خود مدینہ اگر استفادہ کرتے تھے ابوہریرہؓ کا انتقال باتفاق ارباب سیر مدینہ میں ہوا اور یہیں آپ سپرد خاک کئے گئے، (دیکھئے ابن سعد و استیعاب و اسد الغابہ وغیرہ تذکرہ ابوہریرہؓ)

ابوہریرہؓ کی مان کا نفع ہونا چوتھا منظر لطف یہ ہو کہ مقالہ نگار نے حضرت ابوہریرہؓ کے اسلام کے وقت ان کی مان کی حیات کو ان کی صغر سنی کے ثبوت میں پیش کیا ہو، کیا کوئی سمجھدار انسان اس قسم کی مہمل اور لاعینی دلیل بھی پیش کر سکتا ہو، یہ معلوم ہو کہ اسلام کے وقت حضرت ابوہریرہؓ کی عمر تیس اکتیس سال سے زیادہ نہ تھی، اس عمر میں کسی کی مان کا زندہ رہنا کون غیر طبعی اور خلاق عادت واقعہ ہو جس پر آپؓ کو خواہ مخواہ کس فرض کرنے کی ضرورت پیش آگئی یا آپ نے اوسط عمر کا کوئی اور نرالا اصول ایجاد کیا ہو، ع

جوابات کی خدا کی قسم لا جواب کی،

مذکورہ بالا تمام مباحث ناقد علامہ کے اس ادعا کے جوابات تھے کہ ابوہریرہؓ قبول اسلام کے وقت کم بچے تھے، ان مباحث سے ناظرین کرام کو ناقد کے خود ساختہ اعتراضوں، مغالطوں اور تاریخی تدلیسوں کا بھی پورا اذعان ہو گیا ہوگا اور قبول اسلام کے وقت حضرت ابوہریرہؓ کی صحیح عمر بھی معلوم ہو گئی ہوگی،

حضرت ابوہریرہؓ اس کے بعد فاضل مضمون نگار نے حضرت ابوہریرہؓ کو اخلاقی حیثیت سے مجرم ثابت کرنے اخلاقی الزام کی کوشش فرمائی ہے، اس حصہ میں انھوں نے ایک حلیل اقدار صحابی کی ہجو میں جس طرح

قلم کو اتودھ کیا ہو، شاید کوئی سنجیدہ انسان ایک معمولی شخص کہنے بھی ایسے نازیبا الفاظ استعمال نہیں کر سکتا اس سلسلہ میں سب سنگین فرد جرم حضرت ابوہریرہؓ پر لگائی گئی ہیں کہ وہ غزوات میں مطلق

شریک نہیں ہوئے اور پھر غزوات کے جھوٹے واقعات بیان کرتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ

ابوہریرہؓ غزوات میں شریک تھے اور دھردن سارے تین برس میں آنحضرت ﷺ کو متعدد غزوات پیش آئے غزوہ تبوک سے سنی ہوئی باتیں اپنی جابجاست بیان کرتے تھے غزوہ حنین، غزوہ طائف، فتح مکہ، حجۃ الوداع، حبشہ، خود آپ ﷺ نے بنفس

شریک تھے ابوہریرہؓ کا قول ہے جیسا کہ حسبِ قیل حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر، تبوک حنین، فتح مکہ اور حج اکبر میں شریک تھے، اگرچہ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کس حیثیت سے ان احادیث میں غالب غور یہ امر ہے کہ اس قسم کے واقعات سے ملتا جلتا واقعہ اور صحابیوں کی زبانی بھی مروی ہو، لہذا یہ ممکن ہے کہ ابوہریرہؓ نے سارے واقعات دوسرے صحابیوں سے سنے ہوں، اور بعد میں اپنی طرف سے بیان کر دیئے ہوں، اس کے بعد پیش بندی کے طور پر جبکا فائدہ اٹگے چل کر معلوم ہوگا فرماتے ہیں "جیسا کہ عام طور پر لوگوں کا خیال ہو وہ اصحابِ صفہ میں تھے" ان ارشادات گرامی کے بعد مذکورہ بالا غزوات کے متعلق ابوہریرہؓ اور ان کی مرویات سے ملتی جلتی ہوئی بعض دوسرے صحابہ کی روایتیں نقل کی ہیں، اور لطف یہ ہے کہ ان منقولہ روایتوں سے ہمارے ناقد بزرگ کے دعویٰ کو ذرہ برابر بھی تقویت حاصل نہیں ہوتی،

اوپر کے بیان میں ہمارے ناقد نے عجیب و غریب قیاس آرائیاں فرمائی ہیں، اور محض اپنے مندرجہ

قیاس پر ابوہریرہؓ کو ہدفِ ملامت بنا دیا وہ فرضی قیاس یہ ہے کہ خیبر، تبوک، حنین، اور فتح مکہ کے متعلق ابوہریرہؓ کی روایات موجود ہیں، لیکن چونکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ کس حیثیت سے ان میں شریک تھے، اور یہ کہ ان کی مرویات سے ملتی جلتی ہوئی دوسرے صحابہ کی مرویات بھی موجود ہیں، اس لئے ہمارے منطقی ناقد اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ابوہریرہؓ خود ان غزوات میں موجود نہ تھے اور انھوں نے دوسرے صحابہ سے سکر اپنی طرف سے یہ واقعات بیان کر دیئے،

اوسطو اگر زندہ ہوتا تو وہ اپنی منطق کی اس بربادی پر ماتم کرتا، دعویٰ اور دلیل، مقدمات اور نتائج کا باہمی تناسب اور ارتباط کس درجہ منطقیانہ ہے، کس حیثیت شریک کا سوال بھی خوب ہو ظاہر



کہ جن عزوات کے متعلق انکی روایات ملتی ہیں انہیں ہمیشہ مجاہد شریک ہوسے ہوئے کیا بخاری اور ترمذی کی کتابوں میں فرمانِ نبویؐ کے علاوہ تمام مجاہدین کی شرکت کی حیثیت بھی بیان کیجاتی ہے اگر نہیں بیان کیجاتی، تو ابوہریرہؓ کی شرکت کی حیثیت کو آپ کیوں نکال کر دیتے ہیں اور نہ ملنے پر اس پر انکی عدم شرکت کا فتویٰ دیتے ہیں، دوسرا قبائیس بھی ایسا ہی دور از کار ہے کہ چونکہ ابوہریرہؓ کے بیان کردہ واقعات سے ملتے جلتے ہوسے دوسرے صحابہ کے بیان کردہ واقعات بھی منقول ہیں اس لئے لاجلہ انہوں نے انہیں سے منکر اپنی طرف سے بیان کر دیتے اس سے تو آپ کی تائید کے بجائے تردید ہوتی ہے اس کو ایک معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب دو آدمی کسی ایک واقعہ کے وقت موجود ہوں تو اس کے بارہ میں ان دونوں کا بیان خواہ مخواہ ملتا جلتا ہوا ہوگا بیان کی مشابہت سے تو ابوہریرہؓ کی شرکت کی اور زیادہ تصدیق ہوتی ہے، اس سے آپ انکی عدم شرکت کا نتیجہ کس طرح نکالتے ہیں

جب یہ دونوں مقامات سرے سے غلط ہیں تو اس کا یہ نتیجہ بھی صحیح نہیں کہ ابوہریرہؓ خود عزوات میں شریک نہ تھے اور انہوں نے دوسروں کی زبانی منکر اپنی جانب سے روایت بیان کر دی، اس لئے جن عزوات کے بارے میں انکی روایات حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں ان میں وہ یقیناً شریک ہوں گے ان روایات کے علاوہ خود ان کا یہ بیان بھی اسکا شاہد ہے کہ جب میں آیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر میں تھے اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی، اس وقت سے لیکر آپ کی وفات تک برابر آپ کے ساتھ رہا آپ کے ساتھ آپ کی زوجات و اطہرات کے گھروں پر جاتا تھا، آپ کی خدمت کرتا تھا آپ کے ساتھ عزوات میں شریک ہوتا تھا، آپ کے ساتھ حج کرتا تھا (اصابع ج ۲، ص ۲۵) روایتوں سے بھی انکے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے اس لئے محض سوسے غن کی بنا پر انکی شرکت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سوسے غن کسی صحیح العقل انسان کے نزدیک لیل نہیں بن سکتا،

اس کے علاوہ بعض عزوات میں ان کی شرکت کا ثبوت اور طریقوں سے بھی ملتا ہے مثلاً یہ ایک

متفقہ بیان ہے کہ ابوہریرہؓ غزوہ خیبر کے سال میں اور حبش کے مسلمانوں کے بحری قافلہ کے ساتھ اپنے وطن سے حجاز آئے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ سے خیبر تشریف لے جا چکے تھے، اس لئے یہ بھی قافلہ کے ساتھ راستہ سے وہیں پہنچ گئے، اور مشرف ہو کر آپ کے ساتھ مدینہ واپس آئے، اس لئے غزوہ خیبر کے متعلق ان کا بیان چشم دید ہوگا، اسلام کے پہلے حج میں جو حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے ہوا اس کی شرکت احادیث و سیر کی کتابوں سے ثابت ہے کہ وہ اور دوسرے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کی زور زور سے منادی کرتے تھے کہ سب کے گلے پڑ گئے تھے (صحیح بخاری کتاب المناکب و تفسیر سورہ برات و منہر احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۹۹) ابن سعد وغیرہ جنہیں کی روایت میں آپ نے تدلیس فرمائی ہے، وہ جنہیں کا واقعہ نہیں بلکہ خیبر کا ہی (ملاحظہ ہو بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر)

فتح مکہ کے متعلق آپ نے خود کی مفصل روایت نقل کی ہے اگر اس میں میں محض کوئی ایسا واقعہ ہوتا جس سے براہ راست انکو کوئی تعلق نہ ہوتا تو یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ انہوں نے دوسرے صحابہ سے منکر بیان کر دیا ہوگا، لیکن وہ مذکور کے بعض اجزاء خود انکی ذات سے متعلق ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ مذکور میں ان کے پیچھے سے انصار کو بلوایا تھا، اس لئے اس کے نقل کا احتمال نہیں ہو سکتا، اسی سفر کا دوسرا واقعہ مسلم میں ان مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انشاء اللہ کل خیف من قیام ہوگا، جہان کفار قریش نے اسلام کے خلاف معاہدہ کیا تھا، (مسلم ج ۲، جلد اول مصر) اسی طریقہ سے اور جن عزوات کے متعلق انکی روایات ملتی ہیں اس میں بھی یقیناً شریک رہے ہوں گے، اور جب تک اس کے خلاف کوئی قوی شہادت نہ مل جائے اس وقت تک محض آپ کے باطل ادعا سے انکی عدم شرکت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا،

ابوہریرہؓ اصحاب صفہ میں رہتے، معترض کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ابوہریرہؓ اصحاب صفہ میں نہ تھے اور یہ محض عام لوگوں کا خیال ہے، یہ عام لوگوں کا خیال نہیں، بلکہ تاریخی واقعہ ہے، اگر احادیث و سیر کی کتابوں پر غور کو عبور ہوتا تو کبھی ایسا دعویٰ نہ کرتا ثبوت ملاحظہ ہو۔



علامہ ابن حجر و ابی ایوب البیہقی لکھتے ہیں ابو ہریرہؓ خیر اور حدیث کے درمیان اسلام لائے اور مدینہ میں ہجرت کر کے اصحاب صفہ کے زمرہ میں مقیم ہوئے (اصحابہ ج ۱ ص ۲۰۲) ترمذی کی روایت ہے ابو ہریرہؓ بیان کرتے تھے کہ اہل صفہ اسلام کے گمان تھے ان کے پاس اہل و عیال اور مال و دولت میں سے کوئی شے نہ تھی اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں بھوک کی شدت سے اپنا کلیجہ زمین پر ٹیک دیتا تھا، اور پیٹ پر تھچر باندھتا تھا، (ترمذی ص ۸۰ مطبع العلوم دہلی) اس سے بھی زیادہ واضح اور مستند بخاری کی روایت ملاحظہ ہو ابو ہریرہؓ بیان کرتے تھے کہ میں ساکین صفہ میں سے ایک مسکین تھا اس لئے جب وہ لوگ تو رسول اللہ ﷺ کو بھول جاتے تھے تو میں یاد رکھتا تھا (بخاری کتاب البیوع)

کی اتنی شہادتوں کے بعد کوئی لکھا پڑھا آدمی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ ابو ہریرہؓ اصحاب صفہ میں نہ تھے؟

خلفاء کے عہد میں جب وہی اسی سلسلہ میں اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے عجیب یہ بات ہے کہ مغازی ابن اسحق شریک ہونے کا الزام جو بخاری اور مسلم سے تقریباً ستر برس قبل کی تصنیف ہے، اس میں ابو ہریرہؓ کا ذکر غزوات میں کمین نہیں ملتا، اور نہ ان کی طرف سے کوئی روایت نقل کی ہے، کاتب واقفی نے غزوات میں اگر کسی روایت کا نام لیا ہے تو اس میں بھی ابو ہریرہؓ کا نام نہیں ملتا، کاتب واقفی بالعموم روایت کو اس طرح شروع کرتا ہے یہ روایت ابو نعیم و اللہ علم بالصواب، ہاں ابو ہریرہؓ کا ذکر ایک جگہ آیا ہے اور وہ زمانہ صدیق اکبرؓ میں بموجب روایت واقفی کہ جب یمن کے قبائل غزوہ شام میں شرکت کے لئے مدینہ آئے، تو ابو ہریرہؓ بھی اس میں موجود تھے اس کے بعد ضمون نگار نے فتوح الشام واقفی سے شامی جہاد میں ابو ہریرہؓ کی شرکت کی روایت نقل کی ہے

ان مفروضہ تعلقات سے آپ حسبِ میل نتائج نکالتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلافت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے پہلے ہی اپنے وطن واپس چلے گئے تھے

اور شاید آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت وہ مدینہ میں نہ رہے ہوں، مگر تمام غزوہ شام میں حسین مجاہدین کی شجاعت اور لبائت کی داستانیں دنیا کو غرق حیرت کر دیں گی اور جناب خالدؓ، عمارؓ، شریکؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ وغیرہم کے کارنامے فوجی تاریخوں میں ہمیشہ آب زر سے لکھے جائیں گے، وہاں بھی ابو ہریرہؓ کا کوئی ذکر نہیں آیا، اغلب یہ ہے کہ سپاہ اسلام میں وہ محض خالو یا باشی بزوق کی حیثیت رکھتے تھے، البتہ فتوحات بلاذری میں انکا ذکر خلافت عمر فاروقؓ میں ملتا ہے، حضرت نے انکو بحرن کا تحصیل مقرر کیا تھا مگر ان پر غنیمت ثابت ہوا اور یہ مدینہ بلوائے گئے، حضرت عمرؓ نے غصہ میں انکو مخاطب کر کے کہا اے خدا اور اس کی کتاب کے دشمن تو نے مسلمانوں کا مال چرایا، اس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں ان کا ذکر نہیں ملتا

قبل اس کے کہ ان دونوں اقتباسوں پر تنقیدی نظر ڈالی جائے فاضل محقق سے یہ پوچھنا ہے کہ جناب نے مغازی ابن اسحق کا نسخہ کہاں دیکھا کہ آپ نے اس میں ابو ہریرہؓ کا ذکر نہ ہونے کا فیصلہ کر دیا، اس قسم کے بے بنیاد دعووں سے آپ عوام کو فریب دے سکتے ہیں، لیکن واقفانِ راز پر یہ دفسون نہیں چل سکتا کہ علم کے شائق مدت سے مغازی ابن اسحق کو گوشہ گوشہ میں ڈھونڈ رہے ہیں، مگر نہیں ملتی، لیکن اگر آپ کی تجسس نظر اور زبانی طلب نے کہیں اسکا پتہ چلا یا ہے تو عمر بانی کر کے آگاہ فرمائیے کہ نہ صرف ہندوستان کے اہل علم بلکہ دنیا بھر کے اہل علم آپ کے لئے قابلِ فخر ہے کہ تمام یورپ آپ کے اس علمی انکشاف کا ممنون احسان ہوگا، شاید سیرت ابن اسحق سے آپکا مقصود سیرۃ ابن ہشام ہے، حسین ابن اسحق کی روایتیں بھی ہیں اور یہ سیرۃ ابن ہشام ہے جو بخاری و مسلم سے متقدم نہیں، ابن اسحق المتوفی ۱۹۵ھ اور امام بخاری المتوفی ۲۵۵ھ کی تالیفوں کے درمیان تقریباً ستر برس کا فاصلہ بتانا بھی عجیب و غریب تحقیق ہے، اگر ابن اسحق نے مرتے وقت اور بخاری نے پچھن برس کے سن میں کتابیں لکھی ہوں تو البتہ یہ درست ہو سکتا ہے پھر وسعتِ نظر اور صحتِ علم کا یہ حال ہے کہ آپ محمد بن عمر واقفی اور محمد بن سعد کاتب واقفی دونوں کو ایک شخص سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں دو علیحدہ علیحدہ شخص ہیں، محمد بن عمر واقفی اور ابن جلی کتاب المغازی



اور ستون الشام ہے اور محمد بن سعد کاتب واقعی دوسرے ہیں جبکی مشہور کتاب طبقات ہے اور لیدر  
میں چھپ چکی اور الذکر مختصر افسانہ گوہر اور باب فن کے نزدیک اس کی تصانیف کی کوئی وقت نہیں  
ہے آخر الذکر کی کتاب طبقات میں مستند بھی جاتی ہے آپ دانستہ یا نادانستہ مستند مصنف کاتب واقعی  
کا نام لیکر غیر مستند واقعی کی کتاب سے واقعہ نقل کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں آپ کا نقل کردہ واقعہ  
کاتب واقعی کے طبقات (ابن سعد) میں نہیں بلکہ واقعی کے فتوح الشام میں ہے جسکو نہ صرف علماء  
مشرق بلکہ علماء مغرب بھی جھٹی سمجھتے ہیں

اس التباس کی جانب توجہ دلانے کے بعد یہ عرض ہو کہ پہلے ایک اصول کو سمجھ لیجئے اس سے آپ کے  
اعتراف کا اہم حصہ خود بخود اٹھ جائیگا کہ دنیا میں تمام انسانوں کی صلاحیتیں یکساں نہیں ہوتیں انکی  
ہر شخص ایک ہی خاصیت میں نہیں چکن بلکہ ہر شخص کی صلاحیت و استعداد علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے اور جس کو  
جس شے سے طبعی مناسبت اور فطری لگاؤ ہوتا ہے اسی میں وہ زیادہ نمایاں ہوتا ہے جہنم ابو ہریرہ فطرۃ  
علی آدمی تھے صحابہ معتمد کے احوال میں انھوں نے زندگی بسر کی تھی اس لئے ان سے خالد بن ولید کے  
جیسے جنگی کارناموں کی امید رکھنا جن کے خاندان میں پشتہ پشت سے قریش کی فوجی امارت چلی آتی تھی خود  
اپنی نادانی ہے ابو ہریرہ کی عظمت کا میدان میدان رزم نہیں بلکہ مسند علم و افتاء تھی اس لئے ان کے کارناموں  
کو شام کے میدان و فدا کے بجائے مدینہ کے مسند علم میں تلاش کرنا چاہئے آج بھی مدینہ و قلم دونوں مشکل ہی  
سے ایک شخص میں جمع ہو سکتے ہیں بلکہ بڑی حد تک ان دونوں میں ایک قسم کا بیزاری ہے اسی لئے استثنائی  
مثالوں کے سوا کوئی بڑا فدا کا میاب مصنف نہیں ہو سکتا اور کوئی بڑا عالم فوجی قیادت نہیں کر سکتا  
پھر آپ یہ ساقلم دونوں کے رکن ابو ہریرہ کے ہاتھ میں دیکھنا چاہتے ہیں اگر انکی تیغ علم کے جوہر دیکھنے ہوں  
تو کتب احادیث پر نظر ڈالئے انکی تالیفات سے انکی نظر خیرہ ہو جائیگی لیکن اگر اسکا وجود آپ کو نظر نہ آئے تو

چند آفتاب را چہ گناہ

ع

خود اپنی پیش کردہ شخصیتوں میں سے حضرت خالد بن ولید کو لیجئے جسکی تلوار نے عراق اور شام کا تختہ الٹ  
دیا تھا اور بقول آپ کے فاتح کی حیثیت سے لازوال شہرت حاصل کی لیکن کیا اس فاتحانہ شہرت کیساتھ  
انھوں نے کوئی علمی شہرت بھی حاصل کی اور بن العاص پر نظر ڈالئے جو فتوحات شام میں ابو عبیدہ بن جراح  
اور خالد بن ولید کے دوش بدوش تھے اور مصر کے فاتح اعظم ہیں لیکن کیا وہ اپنی ان عظیم الشان فتوحات  
کے ساتھ میدان علم کا ایک چپہ بھی فتح کر سکے واقعہ یہ ہے کہ استثنائی مثالوں کے سوا سیف و قلم دونوں  
مشکل ہی سے کسی ایک شخص میں جمع ہوتے ہیں اسی لئے خالد اور عمرو بن العاص جھٹوں نے فیصلہ کمری  
کی سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا علم کا کوئی معمولی کارنامہ بھی نہ دکھا سکے تاہم اس سے نہ انکی تنقیص ہو سکتی  
ہے اور نہ انھیں جاہل کہا جاسکتا ہے کہ انکو جو کچھ کرنا تھا وہ میدان رزم میں کیا اس لئے اگر ابو ہریرہ جو مدینہ  
کی مسند علم و افتاء کی زینت تھے میدان جہاد میں زیادہ نمایاں نہ ہو سکے تو اس سے انکی تنقیص نہیں ہو سکتی  
اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہے کہ مخازی کی کتابوں میں عموماً انھیں لوگوں کے نام آتے ہیں جنھوں نے ان  
کوئی نمایاں کام کیا ہو ہر معمولی مجاہد کا تذکرہ نہیں ہوتا اس لئے اس تذکرہ کے نہ ہونے سے کسی کی  
عدم شرکت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا

خود اپنے ذاتی واقعہ کو لیجئے آپ عراق کی جنگ میں کسی حیثیت سے انگریزی حکومت کی طرف سے  
شریک تھے اور بہت سے واقعات کے چندید گواہ بھی ہو گئے مگر اس جنگ کی کسی مستند تاریخ "مغازی"  
میں آپ کا ذکر نہیں انامس اسٹری میں بھی شاید نام نہ ملے مگر کیا نفوذ یا شد آپ کو اس عراقی غزوہ کے اسلامی  
و دینی خدمات کے کسی کو انکار ہو سکتا ہے حضرت ابو ہریرہ معمولی مجاہد تھے اس لئے اگر انکا نام کسی  
خاص کتاب میں نہیں ہے تو اس سے انکی عدم شرکت ثابت نہیں ہو سکتی

پھر آپ نے صرف دو تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے ایک مغازی ابن اسحق اسکا حال معلوم ہے کہ  
بغیر دیکھے ہوئے آپ نے دعویٰ کر دیا دوسرے واقعی کی کتاب المغازی اور فتوح الشام ان دونوں



کی حیثیت بھی داستان امیر ہمدانی سے زیادہ نہیں اس مہمل حوالہ میں بھی آپ نے دو غلطیاں فرمائیں ایک یہ کہ محمد بن سعد کا تب واقعی اور محمد بن عمرو واقعی دونوں کو ایک شخص لکھ دیا دوسرے یہ دعویٰ کر دیا کہ واقعی روایت میں راوی کا نام نہیں لیا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اس وقت منازعی واقعی میرے سامنے ہے اس میں سب روایتوں میں مسلسل نام ہیں مہربانی کر کے محض سماعی باتوں پر یقین نہ کیا کیجئے ایک خود بھی کبھی کتاب دیکھنے کی زحمت گوارا کر لیا کیجئے بہر حال اگر واقعی جیسی جھوٹی کتاب میں ابو ہریرہ کی روایت نہیں ہے تو ہاشم مارو شن دل ماشاء

یہ بھی واقعہ کارون کی سمجھ سے باہر ہے کہ آپ نے تاریخ کی سیکڑوں کتابوں کو چھوڑ کر صرف دو غلو واقعی کو کیوں منتخب فرمایا ہے یا ترقی ہے تو یہ کہ بخاری بھی غلط سلم بھی غلط اور یا تنزل ہے تو یہ کہ دو غلو واقعی بھی مستند ہے

یا ترقی آن چنان دیا تنزل این چنین

بہر حال اسی واقعی کی فتوح الشام سہی اس میں بھی تو شام میں ابو ہریرہ کی شرکت جہاد ثابت ہے اور آپ کو خود اسکا اعتراف ہے لیکن اگر فتوح الشام کے علاوہ تاریخ کی دوسری کتابوں پر بھی نظر ڈالنا آپ کے لئے ممکن ہوتا تو اس دیری کے ساتھ ابو ہریرہ کو شرکت جہاد سے محروم نہ کرتے ابو ہریرہ فاروقی اور عثمانی دونوں دوروں میں مشرقی ملکوں کے جہاد میں شریک تھے

حضرت عمرؓ کے آخر عمر خلافت میں جب آذربائیجان پر فوج کشی ہوئی تو عبدالرحمن بن ربیعہ ترکوں کے مقابلہ پر سامعہ ہوئے اس فوج کشی میں ابو ہریرہ بھی مجاہدانہ شریک تھے لیکن ابھی یہ ہم ناتمام تھی کہ حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عثمانؓ منہ نشین ہوئے ان کے زمانہ میں عبدالرحمن نے بلخ پر حملہ کیا اور شہید ہوئے انکی شہادت کے بعد ان کے بھائی سلمان ان کے قائم مقام ہوئے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ان کے ساتھ بلخ سے جیلان ہوتے ہوئے جرجان گئے (ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ یورپ)

عزیز مذکورہ بالا تصریحات سے یہ دعویٰ کہ ابو ہریرہ فتوحات میں شریک نہ تھے قطعاً غلط ہے اور اسی مقدمہ کا یہ نتیجہ بھی کہ وہ خلافت میں ابوبکرؓ سے پہلے ہی اپنے وطن واپس چلے گئے تھے اور شاید آنحضرتؐ صلعم کی وفات کے وقت مدینہ میں موجود نہ رہے ہوں تمام تر غلط ہے تمام ارباب میر کا اتفاق ہے کہ ابو ہریرہ قبول اسلام کے بعد پھر اپنے وطن واپس نہ گئے اور ہمیشہ آنحضرتؐ صلعم کے ساتھ رہے اور بعد کو مدینہ ہی میں اقامت اختیار کی اور وہیں وفات پائی (دیکھو ابن سعد و استیعاب و اسد الغابہ مذکورہ ابو ہریرہ)

خلفاء کے عہد میں انکا تذکرہ نہیں ملتا اسی طرح یہ ارشاد کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں انکا تذکرہ نہیں ملتا مضمون نگار کے قصور علم کا آئینہ ہے ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں وہ خود شامی جہاد میں انکی شرکت تسلیم کرتا ہے پھر عہد فاروقی میں انھیں بحرین کا عامل بھی مانتا ہے گو اس سلسلہ میں انکو خیانت کا جرم ٹھہراتا ہے تاہم انکا تذکرہ سے انکار نہیں اس کے علاوہ ابھی اوپر ابن اثیر کے حوالہ سے آذربائیجان کی فوج کشی میں انکی شرکت کا ثبوت دیا جا چکا ہے اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا زمانہ آتا ہے اس میں وہ ایسے نازک وقت میں جبکہ باغیوں نے قصر خلافت کو گھیر رکھا تھا اس میں موجود تھے اور مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ کی حمایت پر آمادہ کرتے تھے مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ عثمانؓ کے محاصرہ کے زمانہ میں ابو ہریرہؓ نے عثمانؓ سے کچھ کہنے کی اجازت مانگی انھوں نے اجازت دی ابو ہریرہؓ نے کھڑے ہو کر حمد و ثناء کے بعد کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ تم لوگوں کو میرے بعد فتنہ و اختلاف سے ساقیہ پر لگا اس پر کسی نے سوال کیا ایسے وقت میں ہمارے لئے کیا حکم ہے فرمایا تم کو آئین اور اس کے ہوا وہوں کا ساتھ دینا چاہئے اس سے عثمانؓ کی طرف اشارہ تھا (مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۴) حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں یہ صفین کے میدان میں ناظر فدا حیثیت سے موجود تھے ان چاروں خلفائے علاوہ کونسا خلیفہ راشد تھا جس کے عہد میں حضرت ابو ہریرہؓ کا پتہ نہیں چلتا



ابو ہریرہؓ کے جہاد میں نہ شریک ہونے کی حقیقت واضح کرنے کے بعد اب میں ان مکروہ الزاموں پر تنقید کرتا ہوں جس میں ہمارے شایستہ فاضل نے ابو ہریرہؓ کو ظالم بدین، خائن، غدار اور جھوٹا وغیرہ معلوم نہیں کن کن بد اخلاقیوں کا مرکب قرار دیا ہے،

ابو ہریرہؓ پر خیانت کا الزام | اس سلسلہ میں سب مکروہ الزام خیانت کا ہی جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اس واقعہ کو حق گو صاحب نے عذت و اعفانہ کر کے بہت زیادہ بدناما دیا ہے، اگر وہ دیانت داری کے ساتھ پورا واقعہ نقل کر دیتے تو خود اس کی بدنامی دور ہو جاتی، اور اس کی تصحیح کی ضرورت نہ پیش آتی، یہ واقعہ طبقات کی کتابوں میں متعدد طریقوں سے مروی ہے جن میں جزوی اختلافات ہیں، میں طبقات کی مستند ترین کتاب ابن سعد کی روایات کا قدر مشترک نقل کرتا ہوں، اس سے واقعہ کی اصلی صورت نمایان ہو جائیگی واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کو بحرین کا محصل مقرر کیا، یہ وہاں اپنے فرائض کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے رہے جس سے ان کے پاس باختلاف روایت دس بارہ ہزار یا بیس بائیس ہزار کی رقم جمع ہو گئی، جب یہ بحرین سے مدینہ آئے، تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ خدا اور اس کی کتاب کے دشمن تو نے خدا کا مال حرام کیا، انھوں نے جواب دیا کہ میں انکا دشمن نہیں بلکہ ان کے دشمن کا دشمن ہوں، حضرت عمرؓ نے پوچھا پھر تم نے یہ روپیہ کہاں سے پایا، انھوں نے جواب دیا کہ میری گھوڑیاں بچے دیتی تھیں انکی تجارت کرتا تھا، انھوں نے انکیس لے لیا تھا، اسی سے آئے تھے، وغیرہ میں میرے حصے ملتے تھے، حضرت عمرؓ نے یہ جواب سنا کہ کہا کہ اپنا اصل سرمایہ اور اپنا وظیفہ لے لو، باقی بیت المال میں داخل کر دو، چنانچہ انھوں نے یہ دونوں رقمیں لیکر باقی روپیہ بیت المال میں داخل کر دیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے انھیں پھر بحرین واپس کرنا چاہا، لیکن انھوں نے انکار کر دیا، حضرت عمرؓ نے کہا تم کو تو کمری (عمل) سے انکار کیوں ہے، تو کمری تو حضرت بلعم نے کی جو خود بخوبی اور نبی زادہ تھے، انھوں نے جواب دیا یہ سچ ہے، لیکن مجھ کو خون ہے کہ میری آبروریزی کی جائے، میرا مال چھینا جائے، اور مجھے سزا دی جائے (ابن سعد

ج ۲ ق ۲ ص ۵۹ و ۶۰ تذکرہ ابو ہریرہؓ) یہ اصل واقعہ ہے جسکا ایک ٹکڑا ہمارے حق گو صاحب نے نقل کر کے کہاں کہاں پہنچا دیا،

ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں حضرت ابو ہریرہؓ خیانت کے مجرم نہ تھے، لیکن اگر کوئی شخص یہ شبہہ کرے کہ حضرت عمرؓ نے ان پر خیانت کا شک کیوں کیا تو اس کو حضرت عمرؓ کی سیرت اور ان کے طرز جہان بینی پر نظر ڈالنی چاہئے، ہر تاریخ دان حضرت عمرؓ کے سخت گیر احتساب سے واقف ہے، کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ شبہہ پر پڑے بڑے صحابہؓ کو لے ڈالتے تھے، اس قسم کے معلوم نہیں کتنے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں، اس لئے تمنا انکا احتساب اور انکی باز پرس سے کسی کے دامن اخلاق پر دھبہ نہیں لگایا جاسکتا، جب تک تحقیقات کے بعد واقعی جرم ثابت نہ ہو جائے، حضرت عمرؓ اپنے والیوں اور عاملوں کے ساتھ اسی سختی اور تشدد سے پیش آتے تھے، یہ کچھ حضرت ابو ہریرہؓ کی خصوصیت نہ تھی، حضرت عمرؓ کو ان کے پاس فاضل رقم دکھ کر پہلے شبہہ ہوا ہوگا، لیکن جب تحقیقات سے غلط ثابت ہوا تو انھوں نے نہ صرف انکو بری قرار دیا بلکہ پھر انکے سابقہ عہدہ پر واپس کرنا چاہا، لیکن انھوں نے خود قبول نہیں کیا، اب شبہہ یہ رہی تاہم کہ جب ابو ہریرہؓ خیانت کے مجرم نہیں تھے، تو حضرت عمرؓ نے انکار روپیہ کیوں بیت المال میں داخل کر لیا، اس کا جواب بھی حضرت عمرؓ کے اپنے جہان بینی سے ملتا ہے، انکا یہ اصول تھا، کہ حکومت کا کوئی عہدہ دار جب تک کہ اس سلسلہ میں منسلک ہو و اجبی ضروریات سے فاضل مال نہیں رکھ سکتا تھا، اور جس کے پاس فاضل مال نکلتا تھا، اسکو وہ ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیتے تھے، اس کی ایک دو نہیں بلکہ مسیون مثالیین ہیں، اسی اصول کے ماتحت انھوں نے ابو ہریرہؓ کا زائد مال بھی بیت المال میں داخل کر دیا، لیکن انکا اصل سرمایہ اور حق الحکومت انکو واپس کر دیا، ابن سعد کی مذکورہ بالا روایت کے علاوہ یہ روایت طبقات کی بعض اور کتابوں میں بھی ہے، اس میں اسکی صورت اور بھی بدلی ہوئی ہے، اور اس میں خدا اور اس کی کتاب کے دشمن کے



الفاظ بھی نہیں ہیں چنانچہ اصحاب میں اس طرح ہوا بن سیرین راوی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین کا عامل بنایا یہ وہاں سے دسزار روپیہ لیکر واپس ہوئے مگر ان سے پوچھا کہ یہ روپیہ تم نے اپنے لئے کیوں جمع کیا؟ انھوں نے کہا کہ یہ مجھ کو میرے گھوڑوں کے بچوں عطیوں اور غلاموں کے ٹیکسوں کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے حضرت عمرؓ نے ان کے بیان کی تحقیقات کی تو صحیح نکلا اسکے بعد انھوں نے پھر کے ملنے بحرین کی حکومت پیش کی لیکن ابو ہریرہؓ نے انکار کر دیا عمرؓ نے پوچھا تم کو اس سے انکار کیوں ہے؟ اسکی خواہش تو یوسف بنی اللہ اور ابن بنی اللہ نے کی ہے انھوں نے جواب دیا کہ وہ نبی اور نبی زادہ تھے او میں بیچارہ امیہ کا میا ہوں (اصحاب ج ۷ ص ۲۰۶)

اس روایت سے تو اس واقعہ کی ظاہری بدنامی بھی اگر کسی حد تک ہو بھی تو وہ بھی دور ہو جاتی ہے غالباً اب معترض کے نزدیک بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی پوزیشن بالکل صاف ہو گئی ہوگی اور صاحب استیعاب نے دوسرے سے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا وہ کچھ نہیں کہتے مگر حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین کا عامل بنایا تھا پھر معزول کر دیا معزول کرنے کے بعد پھر عامل بنا دیا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا اس کے بعد وہ برابر مدینہ من مقيم رہے اور یہیں وفات پائی (استیعاب ج ۲ ص ۷۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ پر دوسرا اخلاقی الزام یہ ہے کہ مروان نے انکو اپنی خلافت کے زمانہ شمس۲۸۲ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور مروان وہی شخص ہے جو فتنہ عثمان (یہ اضافت کس قدر بر محل ہے) کا اصلی بانی مبنی تھا اور نبی امیہ میں سب سے زیادہ مکار اور خود غرض وہی شخص تھا اسی کے زمانہ میں عبداللہ بن زبیر نے خروج کیا اور مسلمانوں کی کثیر جماعت نے عبداللہ بن زبیر کو صحیح خلیفہ اور مروان کو غاصب قرار دیا

مذکورہ بالا تحریر میں جس تاریخ دلی کا ثبوت دیا گیا ہے ان میں سے مروان کے سینہ خلافت کی تحقیق یقین پر کائنات کا دلی ہے نیز ابو ہریرہؓ کے زمانہ خلافت پر بھی روشنی ڈالی جا چکی ہے یقیناً

حقائق پر بیان تبصرہ کیا جاتا ہے

مروان کے معائب معلوم نہیں مروان کے فتنہ عثمان کے بانی مبنی ہونے کا ناقد علامہ کے نزدیک کیا ابو ہریرہؓ کی نیابت مقصد ہے غالباً اس سے مراد دینے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس سلسلہ میں یہی ایک واقعہ اس قسم کا ہے لیکن جناب ناقد کو معلوم ہونا چاہئے کہ مروان کے مہر کرنے کا واقعہ حضرت عثمانؓ کے سال شہادت یعنی ۳۵ھ کا ہے (ملاحظہ ہو طبری بن اثیر حوادث شمس۳۵) اور حضرت عثمانؓ کے خلاف اس کی سبب پینا شورش بپا ہو چکی تھی حضرت عثمانؓ شمس۳۵ میں منہ نشین ہوئے اور ۱۲ سال تک خلافت کی تدبیریں کل چھ سال ابتدائی پر امن گذرے (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۵۵) اسکے بعد ہی شورش کا آغاز ہو گیا اور پھر اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا (ملاحظہ ہو طبری و ابن اثیر حوادث سینہ مذکور) ایسی صورت میں مروان کو جس سے شک میں ایک غلطی ہوئی فتنہ کا اصل بانی مبنی قرار دینا کہاں تک صحیح ہے؟ یہ البتہ کہا جاسکتا ہے کہ آخر میں اس کی وجہ سے واقعات نے زیادہ بدنام شکل اختیار کر لی

مروان کو مکار اور خود غرض کہنا غالباً اس بنا پر ہے کہ اس نے نبو امیہ کی گرتی ہوئی عمارت پھر سنبھال لی، اور یزید کے بعد نبو امیہ کی حکومت از سر نو قائم کر دی، لیکن اگر یہ جرم ہے تو اس جرم سے کون خالی ہے؟ یہ بھی عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف آپ مروان کو غاصب قرار دیتے ہیں، اور دوسری طرف ابن زبیر کے لئے خروج کا لفظ استعمال فرماتے ہیں، یا تو مروان کو غاصب نہ قرار دیجئے یا ابن زبیر کے دعویٰ خلافت کو خروج کے لفظ سے تعبیر نہ کیجئے، کہ خروج تو صاحب حق کے مقابلہ میں ہوتا ہے ہر حال اب حضرت ابو ہریرہؓ کی اس اخلاقی کمزوری کا کہ وہ ایک غاصب اور مکار کے نائب بنے تھے جواب سنئے، گو انکی اس خلافت کی حقیقت اور بیان کیجا چکی ہے، کہ وہ مروان کی حکومت کے زمانہ کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ اسکی امارت مدینہ کے زمانہ کا ہے، تاہم میں ناظرین کو غلط فہمیوں سے بچانے کیلئے یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں ابو ہریرہؓ نے مروان کی حکومت میں اسکا ہاتھ بٹایا



بھی لکھنوں نے اسکی نیابت کی بھی تو اس طرح کہ وہ مروان کے ہر حکم کو آواز دے دینا کہنے کے بجائے اسکی لغزشوں پر ہمیشہ نکتہ چینی کرتے تھے اور اسے راہ راست پر لگاتے تھے۔

چونکہ مدینہ ہی میں دونوں کا قیام تھا اس لئے اکثر سابقہ پڑتا تھا، اگر تہ وہ مروان کے یہاں تشریف لے گئے، یہاں تصویریں آویزان دیکھیں، تو فوراً ٹوکا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے (اگر دعوائے تخلیق ہے) تو کوئی غلط یا جو پیدا کر کے دکھائے (مسند احمد بن حنبل مسند ابو ہریرہ)

اسی طرح اگر تہ جبکہ اس کے زمانہ میں مدینہ میں ہنڈی یا چمک کے ذریعہ تجارت کے ایک خاص طریقہ کا رواج ہونے لگا تھا، حضرت ابو ہریرہ نے جا کر اس سے باز پرس کی کہ تم نے ربلو حلال کر دیا مروان نے انکار کیا فرمایا تم نے ہنڈی کا طریقہ جائز کر دیا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان سنایا، مروان نے یہ فرمان سکر خود ایہ طریقہ منسوخ کر دیا، (مسلم کتاب البیوع باب بطلان بیع المبیع قبل القبض)

تو امیر کے عہد حکومت میں نو خیز جوان بھی حکومت کے عہدوں پر مامور کر دیے جاتے تھے اور یہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے کبھی کبھی غلطی کر بیٹھتے تھے، حضرت ابو ہریرہ کو یہ طریقہ ناپسند تھا چنانچہ اگر تہ جبکہ مجمع میں جبکہ مروان بھی موجود تھا لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کی طاقت قریش کے لوٹوں کے ہاتھوں ہوگی (بخاری کتاب الفتن) عرض اس قسم کے میوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کس دلیری کے ساتھ مروان کو اس کی لغزشوں پر تنبیہ فرماتے تھے، اسی صورت میں اگر انھوں نے ایک غاصب کی نیابت کی بھی تو وہ نیابت نہایت مبارک و مسعود تھی کہ اس سے حکومت، اور حکمران کی اصلاح ہوتی تھی لہذا اس نیابت سے ابو ہریرہ کا مرتبہ گھٹنے کے بجائے اور بلند ہو جاتا ہے

ابو ہریرہ کی مروایا کی تعداد تمام صحابہ مجموعی تعداد سے زیادہ ہے

ان الزاموں کے بعد ناقد علام ایک دوسرا پہلو اختیار کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ کو ان کے ہمعصر صحابہ میں ناقابل اعتبار ثابت کر دیتی ہے

کوشش فرماتے ہیں اس میں انھوں نے طرح طرح کی تدلیس سے کام لیا ہے اور ابو ہریرہ کی متعدد مرویات نقل کی ہیں لیکن کبھی میں صفحات یا ابواب کا حوالہ نہیں دیا، اس سے نا شکور کی تعصید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ کی تعداد حدیث پانچ اور دس ہزار حدیثوں کے درمیان ہے، گویا ہر تیسری حدیث کے راوی اور ذمہ دار ابو ہریرہ ہیں، یعنی عبد اللہ بن عباسؓ، عائشہؓ اور انسؓ کی مجموعی تعداد سے کچھ اور زیادہ ان میں سے ہر ایک صحابی خود تین چار ہزار حدیثوں کے ذمہ دار ہیں، افسوس ہے کہ ان میں سے ایک یا بھی صحیح نہیں ہے، اور محض ابو ہریرہ کی مرویات کو بڑھا کر دکھانے کی ہوس میں حق گو صاحب نے یہ تمام باتیں تصنیف فرمائی ہیں، اگر پانچ ہزار اور دس ہزار کے درمیان کا مقصد پانچ ہزار سے کچھ زیادہ ہے تو بیک صحیح ہے لیکن اس مفہوم کو ان الفاظ میں نہیں ادا کیا جاتا، اس لئے یہ مقصد نہیں ہو سکتا ہے چونکہ ناقد کثرت روایت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اس لئے پانچ اور دس سے انکا مقصد یقیناً دس ہزار کے لگ بھگ ہوگا، جو مصرع غلط ہے، ابو ہریرہ کی مرویات کے لئے ظن و تخمین کی ضرورت نہیں محدثین احادیث کے متعلقات میں سے کسی چیز کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے، حتیٰ کہ تمام رواۃ کی مرویات کی صحیح تعداد بھی لکھ دی ہے، لیکن غالباً ہمارے فاضل محترم کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی، ورنہ وہ ظن و تخمین سے کام لینے کے بجائے حافظ معنی الدین خزرجی کی تہذیب الکمال میں انکی تعداد دیکھ لیتے، اس میں تصریح مذکور ہے کہ ابو ہریرہ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۳۷۴ ہے، جن میں سے ۳۲۵ روایتیں متفق علیہ یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہیں، ان مشترک روایات کے علاوہ ۹۱ بخاری میں اور ۹۲ مسلم میں ہیں، (ملاحظہ ہو تہذیب الکمال ص ۴۶۲) اس موقع پر یہ بھی یاد رہے کہ یہ ۵۳۷۴ کی تعداد ہر قسم کی رطب و یابس صحیح و ضعیف ثابت و غیر ثابت تمام روایتوں کا مجموعہ ہے، ورنہ صحاح کے اندر تو شاید ایک ہزار سے بھی کم ہوں،



اسی طرح یہ قیاس بھی صحیح نہیں کہ ابو ہریرہ کی احادیث کی تعداد ابن عباس، عائشہ اور انس کی مجموعی روایات سے زیادہ ہو حضرت ابن عباس کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے (حوالہ مذکور ص ۲۸۲) حضرت عائشہ کی مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے (ایضاً ص ۲۹۳) حضرت انس کی مرویات کی تعداد ۱۲۸۶ ہے (ایضاً ص ۳۰۰) اور ان سب کی میزان ۶۱۵۶ ہوتی ہے جو ابو ہریرہ کی مرویات سے صرف کئی سو زیادہ ہے اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ آپ کا ارشاد کمان تک صحیح ہے یا ارشاد بھی ازین قبیل ہے کہ ہر تیسری حدیث کے ذمہ دار ابو ہریرہ ہیں، کیونکہ ہر قسم کی احادیث کی تعداد پندرہ میں ہزار نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے صحابہ میں ابو ہریرہ اس صدق مقال کے بعد ابو ہریرہ کو ان کے ہم عصرون میں ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی کوشش میں صداقت بیان کے اس سے بھی غیب تر نمونے پیش فرمائے ہیں مجھے تحت حیرت ہے کہ ناقد علام کا شروع سے آخر تک ایک اعتراض بھی صحیح نہیں ہے اور جس مقام پر انھوں نے کوئی حوالہ پیش کیا ہے اس میں اور بھی انکی قابلیت کا پردہ فاش ہو گیا ہے، ان مواقع پر یا تو عمدتاً تدلیس کا کام لیتے ہیں، اور یا ان کی بغدادی سیاحت کے نتائج ان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

ابن عمر کے بیان میں تدلیس دعویٰ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ کی کثرت روایت نہایت شک و شبہ کی نظر دیکھی جاتی تھی مہل میں ارشاد ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر سے لوگوں نے سوال کیا کہ تم بھی ابو ہریرہ کی طرح حدیثیں کیوں نہیں بیان کرتے انھوں نے کہا ابو ہریرہ میں یہ جبارت ہے اور ہم میں نہیں ہے ناظرین نے دعویٰ بھی سن لیا اور اس کی محرت دلیل بھی اب اس واقعہ کی اصلیت ملاحظہ ہو ایک مرتبہ ایک شخص نے ابن عمر سے سوال کیا کہ ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت روایت کرتے ہیں انھوں نے جواب دیا عیافا باللہ ان کی روایات میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کرنا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آنحضرت سے سوالات کرنے میں بہت جری تھے، اس بنا پر وہ ایسے سوالات کرتے تھے جن کے پوچھنے کی ہمت ہم لوگوں میں نہ تھی (مسند رک ۳ ص ۵۳) یہ ہے اس واقعہ کی اصل حقیقت جس کو ہمارے بعض

ناقد نے رد و بدل کر کے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ اس واقعہ سے ابو ہریرہ کی مرویات کی توثیق ہوتی ہے یا تضعیف ناقد علام کی دیانت داری کی یہ کتنی اچھی مثال ہے؟

عمر بن الخطاب ابو ہریرہ کو زد و کوب کیا تھا اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک میں بھی ان کے قول پر اعتبار نہ کیا جاتا تھا، اور حضرت عائشہ نے ان کے روایت کرنے پر زد و کوب بھی کیا تھا، جیسا کہ خود انھوں نے اس حدیث میں بیان کیا ہے اس کے بعد ایک طویل حدیث نقل کی ہے اس کا غیر ضروری اور غیر متعلق حصہ حذف کر کے میں صرف متعلقہ واقعہ کا کچھ نقل کرتا ہوں "ابو ہریرہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے ایک باغ میں پہنچا، آپ نے اپنی دونوں نعلین مبارک دیکر مجھ کو حکم دیا کہ ان کو لیجاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو ایسا لے کہ خدا کی حمد کی شہادت دیتا ہو، اور دل سے اس پر یقین رکھتا ہو، اسکو جنت کی بشارت دو، مجھ کو بیرون باغ سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے انھوں نے پوچھا کہ ابو ہریرہ یہ دونوں جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ دونوں جوتیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، آپ نے انھیں دیکر مجھ کو بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تم کو لا لہ الا اللہ کہتا ہو اور اس پر دل سے یقین رکھتا ہو انے اسکو جنت کی بشارت دو یہ سکر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے سینہ پر مارا، (اسی کا مطلب ناقد نے زد و کوب لیا ہے) اور میں پشت کے بل گر پڑا، پھر مجھ سے کہا کہ ابو ہریرہ لوٹ جاؤ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آیا اور رونے کے لئے آمادہ تھا میرے پیچھے پیچھے عمر بھی پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا ابو ہریرہ کیا ہوا؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا، آپ نے واقعہ سن کر مجھے لوٹا دیا اور عمر سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا، انھوں نے جواب دیا بابی انت و اہی یا رسول اللہ! آپ نے ابو ہریرہ کو اس قسم کا حکم دیکر بھیجا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا ہاں عمر نے عرض کیا بابی انت و اہی یا رسول اللہ! ایسا نہ کیجئے مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر اعتماد کر کے بے عمل ہو جائیں گے، آپ انھیں عمل کرنے دیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رے پر اپنے فرمایا



اچھا عمل کرنے اور سلم ج اول ص ۲۸ مطبوعہ مصر

اس روایت کے الفاظ بالکل صاف اور معنی بالکل واضح ہیں کسی تشریح و تاویل کی حاجت نہیں انکو پڑھ کر ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو اس لئے دھکا دیکر لوٹا دیا تھا کہ وہ انھیں جھوٹا سمجھتے تھے یا اس لئے کہ وہ اس فرمان نبویؐ کی اشاعت کو اس وقت خلافت مصلحت سمجھتے تھے کہ اس سے مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس صاف اور واضح مطلب پر کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں تاہم میں مزید تائید کے لئے ائمہ اور ارباب فن کی شہادت بھی پیش کئے دیتا ہوں

امام نووی فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کو ہٹانے سے حضرت عمرؓ کا مقصد انکا گرانا اور انکو ایذا دینا نہ تھا بلکہ اس کام سے روکنا تھا جو ان کے متعلق کیا گیا تھا بھر کچھ ہیں کہ عمرؓ کا یہ فعل نبی صلیم کے حکم کی تردید یا اس میں مزاحمت کے جذبہ سے نہ تھا کیونکہ اس حکم کا منشا صرف مسلمانوں کے دلوں کو خوش کرنا اور انکو بشارت دینا تھا اور عمرؓ کے نزدیک اس حکم کا عام مسلمانوں سے پوشیدہ رکھنا ان کے لئے زیادہ مناسب اور فائدہ بخش تھا تا کہ وہ محض اسی پر اعتماد نہ کر بیٹھیں اس لئے اس حکم کا اخفاء اس محل بشارت سے ان کے لئے زیادہ سودمند اور بہتر تھا نووی ج اول ص ۲۸ مطبوعہ مصر

امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ مالکی لکھتے ہیں کہ اس ضرب کا مقصد ابوہریرہؓ کو اذیت پہنچانا یا انحضرت صلیم کے حکم کو رد کرنا نہ تھا بلکہ غیر مسلموں کے محض اعتقاد پر اعتماد کر لینے کے لئے خطرہ بچنے کے لئے ایم تمثیل میں مصلحت سمجھتے تھے تاکہ مسلمانوں کا اجر زیادہ ہو یہ بشارت خواص کیلئے تھی اس لئے عمرؓ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں عوام اس کو سن کر بے عمل نہ ہو جائیں اسی لئے رسول اللہؐ نے انکی رائے پسند فرمائی (ملاحظہ ہو الکمال الکمال سلم ج اول ص ۱۱۷)

انہی شہادتوں کے بعد غالباً اب اس ضرب کے متنازع مفہوم میں کوئی شک نہ رہتا ہوگا (باقی)

# ترکی کے چشم دیدت

از

ڈاکٹر زبیر احمد پانی پٹھی ڈی الہ آباد یونیورسٹی

ڈاکٹر زبیر احمد ان لوگوں میں ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اپنے پرانے مذہب پر پورا غلبہ سے پوری دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے پہلو میں ایک مسلمان درد مند ذوق آشنا دل رکھتے ہیں ابھی دو سال ہوئے کہ وہ یورپ سے تعلیم باہر واپس آئے ہیں انکی ڈاکٹری کا مقالہ "عربی لٹریچر کی ترقی میں ہندوستان کا حصہ تھا" ہمیں امید ہو کہ جب ان کی یہ کتاب شائع ہوگی تو ہندوستان کے علمی کارناموں کی ہزار سالہ تاریخ سائے نکھائیگی

ڈاکٹر صاحب چونکہ خود ایک مذہبی آدمی ہیں اس لئے انکی کے چشم دید حالات کے متعلق ہمارے نزدیک انکی شہادت پورا وزن رکھتی ہے

مغربی یورپ مغربی تہذیب و تمدن کا مرکز ہے یہاں سے جون جون مشرق کی طرف جاتے اس تہذیب و تمدن میں کمی آتی جاتی ہے یہ کمی زیادہ تر اٹلی کے بعد سے محسوس ہوتی ہے جہاں ریل میں ایسے مسافر نظر آنے لگتے ہیں جکی شکل و صورت وضع قطع ہشت و بر خاست سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ موجودہ تہذیب کی آخری منزل سے ہنوز بہت دور ہیں انھیں تو میں جو کسان کام کر رہے تھے یا سڑکوں پر چوہ آدمی آتے جاتے دکھائی دیتے ہیں وہ انگریز جرمینی اور فرانس کے کسانوں اور رہروں سے مختلف ہیں قصبات و دیہات تمدن و ترقی کے ابتدائی مراحل طے کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ریاستہائے مقدونیہ کا کم و بیش یہی حال ہے یورپ کے مشرقی کنارہ پر سلطنت ترکی کا جو اوائل صدی پانزدہم عیسوی میں سرحد فرانس تک پھیل گئی تھی اب تھوڑا سا علاقہ بچ بچا کر رہ گیا ہے جبکہ رقبہ دسہرا



مربیع میل اور آبادی دو لاکھ ہے، اس یورپین ترکی میں مشہور شہر اوریا نوپل ہے، اور تقریباً یورپین سرد  
پر واقع ہے۔

ولایت جانے سے پہلے سیر انگلستان کا جس قدر شوق تھا، اس سے زیادہ لندن پہونچکر یورپ  
کی زندگی سے اکتا جانے کے بعد بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کا شوق ہو گیا تھا، سرود یہ و بلغاریہ  
سے گذرتے وقت دل کی عجب کیفیت تھی ایک زمانہ تھا کہ یہ سب حصہ سلطنت عثمانیہ میں شامل تھا  
اور اسلامی جھنڈا یہاں لہرایا کرتا تھا، آج یہ ممالک ترکوں کے قبضہ سے نکل کر ترکی کے طاقتور  
حریت بن گئے، جب اتریں اوریا نوپل میں داخل ہوئی جذبات و تاثرات میں ایک خاص قسم کا  
ہیجان پایا، بدن میں سنسناء سی محسوس ہوئی، ترکی کی سرزمین میں جس کی سیر و سیاحت کا  
اس قدر شوق تھا آخر داخل ہو ہی گیا، مگر آہ! داخل ہوتے ہی جس بات کا سب سے پہلے احساس ہوتا  
ہے وہ ترکی اور بلغاریہ کے علاقوں کی زرخیزی و آبادی کا فرق ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ راستہ  
کی سرعت ٹھکڑے پیکاز کے علاقے یا پنجاب کے زرخیز ملک سے سندھ میں پہونچ گئے، جو سلطنت  
سالہا سال سے طاقتور حریفوں سے مسلسل برسر پیکار رہی ہو، اور جسے آئے دن کسی نہ کسی  
جنگ میں شامل ہونا پڑا ہو، اس کے علاقہ کا پڑوس کی سلطنت کے علاقہ کے مقابلے میں ویران و  
غیر آباد ہونا قابل توجہ نہیں، خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ہر لڑائی کا انجام اول الذکر کے لئے  
مضر و ہلک اور موخر الذکر کے لئے مفید و حیات بخش ثابت ہوا ہو۔

قسطنطنیہ دینا کے مشہور خوبصورت اور قدیم شہروں میں ہے، سب سے پہلی عام مردم شماری  
میرے دوران قیام لندن میں ۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوئی تھی جس کی رو سے سلطنت ترکیہ جمہور  
کی آبادی، ایک کروڑ چھتیس لاکھ سینتالیس ہزار آٹھ سو دس ہے اور خاص شہر قسطنطنیہ کی آبادی  
آٹھ لاکھ پچاس ہزار، یہ شہر تین باسفورس اور شاخ زندین پر اس طرح واقع ہے کہ ایک

مغربی ساحل پر ہے، جسے اسٹامبول کہتے ہیں اور دوسرا حصہ مشرقی کنارہ پر جو پیرا کے نام سے مشہور  
ہے، ایک خوشنما آہنی پل دونوں حصوں کو ملاتا ہے، اول الذکر شہر قدیم کا خاص حصہ اور اسلامی  
آبادی کا مرکز ہے، یہیں محلات شاہی اور وہ سر فہک خوبصورت مسقف مساجد ہیں، جنگی وجہ سے قسطنطنیہ  
بلاد اسلامیہ ہی میں نہیں، ساری دنیا میں مشہور ہے، پیرا میں زیادہ تر غیر قومن رہتی ہیں، اس حصے  
کی رونق پیرس اور برلن کی رونق سے کم نہیں، لیکن اسٹامبول کو مغربی تمدن کی ہوا نسبت بہت کم  
لگی ہے، اس حصہ شہر میں بلند عمارات بے شمار ہیں، لیکن ان میں سے اکثر ٹیکن کے فقدان سے غیر آباد  
ہیں، شاہی محلات یا تو حکومتی دفاتر کا کام دیتے ہیں یا تعلیم گاہیں اور عجائب خانے بنا دیے گئے  
میں نے انگلستان، فرانس، جرمنی، اٹلی وغیرہ سب ممالک اچھی طرح دیکھے لیکن جیسا  
نظم و نسق انگلستان کا دیکھا، کسی اور ملک کا نہ پایا، لندن کی پولس شہر آفاق ہے، ایسی پولس نہ  
برلن میں ہونے پر س میں، البتہ قسطنطنیہ کی پولس کو میں نے لندن کی پولس سے دوسرے نمبر پر رکھا  
خوش شکل قد آور جوان شاہدار وردی پہنے، آن بان کے ساتھ کھڑے، ایسی متانت، تحمل و برداشت  
اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہتے ہیں، کہ انگریزی پولس کا دھوکا  
ہوتا ہے، فوجی نظام بھی مغربی دول عظمیٰ کے نظام فوج کے دوش بدوش ہو گورنمنٹ کے تمام دفاتر  
محمولی سے لیگڑے تک میں حتیٰ کہ نیکون میں، صرف ترک ہی ملازم ہیں، حکومت کی ملازمت میں  
غیر ترک صرف خال خال ہیں مختلف کاموں میں بہت کچھ سیر و فی سرمایہ لگا ہوا ہے، لیٹن مزدور  
واجیر ترک ہی ہیں، اسٹامبول اور پیرس کے درمیان جو آہنی پل ہے اسے کسی غیر قوم نے ٹھیکے پر بنایا ہے  
زرتعمیر ہونے و وصول نہیں ہوا، اس لئے اس پر سے گذرنے کیلئے حقیقتاً محسوس مقرر ہے، جو پیاد  
اور سوار سب کو دینا پڑتا ہے، پل کے دونوں سروں پر دامن بایں تین تین چار چار آدمی لمبا کرتے  
پہنے ہوئے، ہاتھ میں صندوقچیان لئے ہوئے کھڑے رہتے ہیں جو ہین کوئی شخص پل کی طرف



پڑھتا ہو، وہ صدق و چھان ہلاتے ہوئے اسکی طرف بڑھتے ہیں، اور وہ شخص فوراً چلتے چلتے زیر حصول  
جسے وہ پہنچتا ہے، ہاتھ میں لے لیتا ہو، اور اگر دیکھتا ہو، یہ نظارہ عجیب ہو، آمد و شد کی وہ کثرت کہ محفوظ  
المان، لیکن اس سہولت سے حصول ادا ہوتا ہو کہ مطلقاً کسی قسم کی زحمت و وقت معلوم نہیں ہوتی،  
جو ہنر اور دہل کے قریب ہوتا ہو وہ مشین کی طرح جب میں سے سکون نکال کر ہاتھ میں لے لیتا ہو، اور  
صندوقچی میں ڈال کر بلا ایک سکند ٹھہرے ہوئے چلتا ہوتا ہو، آپ گھنٹوں کھڑے یہ تماشا دیکھا کریں،  
مگر ایک مثال بھی ایسی نظر نہ آئیگی، کہ کسی شخص نے نگاہ بچا کر جانے کی کوشش کی ہو، یا وصول کرنے  
والوں نے اتفاقاً کیا ہو، اس واقعہ سے ترکی رعایا کی نظام پسندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہو، یورپ  
اور خصوصاً انگلستان کی ترقی کار از قاعدہ کی پابندی اور ضبط نفس میں ہو، انگلستان میں ہر شخص  
قاعدہ کی پابندی کرنے کی کوشش کرتا ہو، کوشش کرنا کیا معنی، قاعدہ کی پابندی اور ضبط نفس انکی طبیعت  
ثانیہ بن گئی ہو، اس کے مقابلہ میں ہندوستان کی حالت کو دیکھئے جہاں یہ مثل لفظ بلفظ صادق آتی ہو  
کہ قواعد محض خلاف زندگی کے لئے بنائے جاتے ہیں، یہاں اگر کسی قاعدے کی پابندی ہو تو محض  
حکومت کے خوف سے، اگر پوس کا سپاہی چور ہے پر نہیں کھڑا ہو، تو ہر راکب دراصل اپنی سہولت  
کا خیال کر کے دائیں بائیں کا سوال آسانی سے نظر انداز کر دیتا ہو،

قسط طینہ میں بھیک مانگنے کی حکومت کی طرف سے مخالفت ہو، مگر ہنوز اس پر سختی سے عمل نہیں  
ہوتا، لندن میں بھی اس قسم کی مخالفت ہو، مگر مانگنے والے بھیک مانگنے کے سوا طریقے نکال لیتے ہیں،  
ابتدائی تعلیم حیرت ہے، مگر کہا جاتا ہو کہ ہنوز پوری طور سے تعلیم حیرت کا قانون نفاذ پذیر نہیں ہو،  
قسط طینہ میں ایک بڑی زبردست یونیورسٹی قائم ہو، جسکا نظام و معیار مغربی یورپ کی یونیورسٹیوں  
کے نظام و معیار سے فروتر نہیں ہو، مضامین جدیدہ کے علاوہ، علوم و فنون کی تعلیم بھی داخل تھا  
ہے، مگر ایسی تعلیم نہیں جیسی مدارس قدیمہ میں مروج تھی، کہ معلم و متعلم کی ساری ذہنی قوت اللہ کے

قیاسی و خیالی مسائل کی مونٹگانی میں صرف ہو جاتی تھی اور عملی ضروریات کا کچھ خیال نہیں ہوتا  
تھا، اس زمانہ میں پرانے طریقے کی تعلیم ایسی ہی خارج از آہنگ اور بے عمل ہے، جس طرح زمانہ قدیم کے  
ذرائع طے مسافت، آج کل کے موٹرز، ریل اور ہوائی جہاز کے مقابلہ میں، یا گذشتہ زمانہ کے گرو و شہر اس  
زمانہ کے حیرت انگیز آلات حرب کے سامنے جو قوم اس کلیہ کو پیش نظر رکھ کر اپنی ذہنیت اور اپنا طرز عمل  
نہیں بدلتی وہ اگر فنا نہ ہوگی تو ذلیل و خوار زندگی ضرور بسر کرے گی، آپ اپنے مذہبی خیالات اور روایتی  
تاثرات کی بنا پر قانون قدرت کو نہیں بدل سکتے، یہ قانون قدرت ہے کہ جو قوم رفتار زمانہ کا ساتھ نہ دے گی  
وہ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے منکسر ہوگی، خدا کا شکر ہو کہ ترکوں نے اس کا احساس کیا، گو دیر سے  
کیا، لیکن اگر صبح کا بھولا ہوا شام کو آجائے تو اسے بھولا ہوا نہ سمجھے، علامہ شبلی مرحوم نے اسی اصول  
کے مطابق قدیم طریقہ تعلیم و تعلم کی خرابیوں کا احساس کر کے ندوہ کی بنیاد ڈالی تھی، دیکھ لیجئے، مدارس قدیمہ  
کے مقابلے میں اس درس گاہ جدید کی تعلیم و تدریس کس قدر کامیاب ثابت ہو رہی ہو،

برلن میں جو خاص بات لندن اور پیرس کے مقابلہ میں نمایاں طور پر معلوم ہوتی ہو، وہ اہل برلن  
کا جوش و عمل ہو، ہر طرف یہ معلوم ہوتا ہو کہ قومی و انفرادی جدوجہد کا سمندر جوش مار رہا ہو، مگر کین سیل  
ہو رہی ہیں، انکی عمارات بنائی جا رہی ہیں، پرانے شاہی محلات، عجائبات، نون اور فہ عام کے دفتر گاہوں  
میں تبدیل ہو چکے ہیں، بود و ماند، آمد و شد اور کاروبار کی سہولتوں کے لئے نئے نئے سائنٹفک اختراعات  
کام میں لائے جا رہے ہیں، عمومی باغون اور تفریح گاہوں کو پر رونق کیا جا رہا ہو، غرض تنازع و تباہی کے  
ایسے حیرت انگیز آثار آپ برلن میں پائیں گے، جو پیرس اور لندن میں مشکل ہی سے نظر آئیں گے، لیکن  
یہی حالت بالکل قسط طینہ کی ہو، فرق ہو تو اتنا کہ اہل برلن کی جدوجہد انکے شایان شان ہو، اور قسط طینہ  
کی ترقی اس کے بولنے کے مطابق، یہ زیادہ امید افزا بات یہ ہے کہ اس وقت حکومت اور رعایا کے درمیان  
کچھ اختلاف نہیں، دونوں میں وہ تامل ہے، جو ایک آزاد قوم کے شایان شان ہو، مرد اور عورت،



چھوٹے بڑے سب کے سرور میں ترقی کرنے کی انگلیں ہیں اور ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ آگے بڑھنے کے لئے بیاب ہو۔

میں لندن میں اجاب سنا اور اخباروں میں پڑھا کرتا تھا کہ ترک اسلام سے نیر اور عیسائیت کی نظر ملے ہیں اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب تبدیلیاں انکی طرف منسوب کی جاتی ہیں ایک دفعہ لندن میں ترکی کے متعلق ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں انگریز مقررین نے نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا کہ ترک روز بروز اسلام سے دور ہوتے جاتے ہیں اس جلسہ میں سب تقریریں ترکوں کے خلاف ہوئیں صرف جناب عبداللہ ریوسن علی کی ایک تمنا آواز تھی جو ان آوازوں کی تردید میں کسی قدر بلند ہوئی لیکن فقر خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے جہاں مغربی محققین کی علم دوستی، تحقیقات علمیہ و معیت نظر توجہ مشاہدہ نتائج نکالنے کی صلاحیت اور تدریس ذہنی قابل تحسین و آفرین ہے وہاں انکی یہ خود بینی اور تعصب بھی قابل افسوس اور انکی شانِ تحقیق پر ایک بدنامی ہے کہ وہ صرف اپنی ہی تحقیقات کو تحقیقات سمجھتے ہیں اور دوسروں کی محنتانہ جستجو کو کچھ وقعت نہیں دیتے انکی قوم کا کوئی فرد مشرق کی بابت جو کچھ جانتا ہے وہ ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے بہ نسبت ایک مشرقی شخص کی رائے کے گو وہ کتنا ہی قابل اور محبت متعلقہ پرسند کیوں نہ ہو بس یہ قلیل مدت کے لئے ہندوستان میں اگر ایک کتاب لکھتی ہیں اور اس میں چند غیر معمولی واقعات کی بنا پر عام رائے قائم کرتی ہیں اور وہ ان رایوں کو زیادہ وقعت سے دیکھتا ہے بلکہ مشرق کا مذہبی مٹر کو کھلے لالہ لاجپت رائے وغیرہ ایسے ہونے لیتے ہیں کی تحریات و تقریرات کے۔

میں خیال کرتا تھا کہ یہ سب سیاسی و مذہبی پروپیگنڈا ہے جو نہایت شد و مد کے ساتھ ترکوں کے خلاف جاری ہے اسکی حقیقت اگر معلوم ہو سکتی ہے تو یہاں جا کر خدا کا شکر ہے کہ وہ وقت آگیا کہ میری یہ دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور مجھے ترکی پہونچکر وہاں کے حالات مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔

ترکی زبان سے نا بلند ہونے نے مجھے بہت زیادہ مستمع ہونے نہ دیا تاہم دیگر اسکی وساطت میں مترجم کی مدد سے جس قدر فائدہ اٹھا سکتا تھا میں نے اٹھایا، تمام بڑی بڑی مسجدوں میں گیا، مختلف اوقات کی نماز جماعت میں شریک ہوا، پرانی ترکیب کے علماء کی صحبت میں حاضری دی، نئی روشنی والے نو جوانوں سے ملا، غرض جہاں تک میرے محدود امکان میں تھا، تحقیق کا کوئی دروازہ کھٹکھٹانے کے بغیر چھوڑا بے شک حکومت ترکیہ نے ترکی ٹوپی کی جگہ ہیٹ کا استعمال لازمی کر دیا ہے ترک عرصہ دراز سے سوٹ بوٹ پہنتے تھے صرف یہ ترکی ٹوپی لٹو پی عیسائیوں اور مسلمانوں میں مابداً امتیاز تھی اب وہ بھی نہ رہی اس کے متعلق گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ ترکی ٹوپی کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ ایسے حصہ ملک میں جہاں ترک غیر قوموں سے بری طرح گھرے رہتے ہیں دیکھنے والے کو محض پہلی نظر میں ترک و غیر ترک کا پتہ چل جاتا تھا، اور اس طرح غریب ترک بر بنا تعصب کسی بدگمانی یا بد معاہلی کا شکار بن جاتا تھا مثلاً ایک نووارد سیاح کسی بڑے شہر میں جہاں مختلف قوموں کے افراد رہتے ہیں پہونچتا تو اسے سرخ ٹوپی کے استعمال سے فوراً معلوم ہو جاتا کہ یہ ترک ہے اور وہ غیر ترک، ایسا کہ کوچک کی ریلوں کا توچہ ان مضائقہ نہیں لیکن یورپی ترکی، نیز بلقان کی ریلوں میں ترک اپنی ٹوپی سے خود بخود ہمیز ہو جاتا، اور اس لئے غیر قوموں کو قومیت دریافت کے بغیر محض ظاہری لباس کے ایک حصے کے بدولت ترکوں کے ساتھ ذہناً، نیز عملاً تعصب کرنے کا موقع مل جاتا، یورپ میں اقوام کو لباس کی کیا کی وجہ سے یہ بڑا فائدہ ہے کہ دریافت کے بغیر کسی کی قومیت کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی علاوہ برین ترکی ٹوپیاں زیادہ تر اٹلی کی بنی ہوئی استعمال ہوتی تھیں، خاص ترکی کی بنی ہوئی گران ہوتی تھیں جنکو صرف اونچے طبقے کے لوگ استعمال کرتے تھے، اب ہیٹ کے رواج سے یہ خرابی نہ رہی، ترکی ہیٹ کی بابت پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عام طبقہ یعنی مزدور اور کسان لوگ وہ ٹوپی استعمال کرتے ہیں جسے ہم ٹائٹ کیپ کہتے ہیں جو معمولی کپڑے کی خانہ ساز یا زیادہ سے زیادہ کسی درزی کی بنائی ہوئی



ہوتی ہو غرض اس تبدیلی سے یہ اور فائدہ ہوا کہ بیسے اٹلی کی بنی ہوئی ٹوپوں کے سودیشی خانہ ساز ٹوپوں کا استعمال ہو گیا، نماز پڑھنے میں اس ٹائٹ کیپ سے کچھ دشواری نہیں ہوتی، کیونکہ نماز پڑھنے کے وقت ٹوپی کو پھیر کر پہن لیتے ہیں، یعنی ججیادار حصہ پیچھے چلا جاتا ہے، جو لوگ فیلٹ ہیٹ پہنتے ہیں ان میں سے بعض لوگ ہیٹ کے نیچے معمولی ٹوپی بھی رکھتے ہیں،

نماز کی بابت تین باتیں ترکوں کے خلاف کہی جاتی ہیں، ایک یہ کہ ساجدین بیٹہ باجے کا رواج دیا جا رہا ہے دوسرے یہ کہ سجدوں میں سجدہ کے لئے خاص طور پر نجین بچھا دی گئیں، تیسرے یہ کہ روز بروز نمازیوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے،

پہلی بات جہاں تک مجھے معلوم ہو محض لغو اور بے اصل ہے، دوسری کی اصلیت صرف یہ ہے کہ ساجدین ہر صفت کے سامنے لکڑی کی دو کھنڈ والی چھوٹی چھوٹی الماریاں سی رکھی ہیں، نیچے کے حصے میں جوتے رکھے جاتے ہیں، اوپر کے حصے میں فیلٹ ہیٹ اور جب تک فیلٹ ہیٹ کا استعمال عام نہیں ہوا تھا، اوپر کے حصے کی ضرورت نہ تھی اور صرف جوتے رکھنے کا انتظام تھا، لیکن جب ہیٹ کا استعمال عام ہو گیا تو موجودہ الماری کی ضرورت پیش آئی، یہ الماریاں دھنیں آگے کے کیوڑ اور پیچھے کے تختے نہیں ہوتے، دو فٹ اونچی ہر صفت کے سامنے اس طرح رکھی ہوئی ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ جب کسی عیسائی سیاح نے اس سے اتفاق کو دیکھا ہوگا، تو اس کی علت غائی نہ سمجھ کر یہ خیال کر لیا ہوگا کہ یہ سجدہ کرنے کے لئے ہیں،

دوسری بات اس کی بابت ایک مقدمہ سمجھ لینے کی ضرورت ہو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش ہر مذہب کا انیس کے غریب عقیدوں پر زیادہ ہوتا ہے، اسلام کے بارہ میں تو خاص طور پر بانی اسلام کا ارشاد موجود ہے کہ اسلام غریبوں میں آیا اور غریبوں میں رہیگا تا سب اسلام کے مطالعہ سے اس ارشاد نبوی کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے، اسلام کی اشاعت میں

وزراء و امار کی دولت و قوت سے اس قدر نہیں ہوئی، جب قدر بے نقصانہ و خاکسارانہ زندگی بسر کرنے والے اولیائے کرام و علماء عظام کے ذریعہ سے، اور پھر جم و دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں غریبوں کا طبقہ نسبتاً زیادہ تر پابند شریعت رہا ہے، سلاطین و امرا ہمیشہ مذہب کے قیود سے آزاد رہے، بنی امیہ اور بنی عباس کے خاندانوں کو دیکھئے کہ باشتنا، چنڈ لغوس، قدسیہ کے، عام خلفاء مذہب سے بے نیاز تھے، ان کے علاوہ ہر ملک کے سلاطین کا کم و بیش یہی حال رہا ہے، دور نہ جائے، ہندوستان ہی کی تاریخ کو لیجئے، یہاں فیروز شاہ ناصر الدین، شاہجہان اور اورنگزیب وغیرہ جیسے سلاطین کتنے پیدا ہوئے، غرض ہر عہد میں اور ہر ملک میں شریعت کی پابندی کا خیال اور اسلام کا چرچا زیادہ تر غریبوں میں رہا ہے، چنانچہ یہی حال اس زمانہ میں ہندوستان کا ہے، نماز پڑھنے والے روزہ رکھنے والے اور حج کو جانے والے زیادہ تر غریب لوگ ہی ہیں، اقبال نے کیا خوب کہا ہے

جا کے ہوتے ہیں ساجدین صفت آرا تو غریب زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب  
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

امرا نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے،

زندہ ہر ملت بیضا غریبا کے دم سے،

یہی حالت باقی دیگر ممالک اسلامیہ کی ہے، ترکی کی حالت اس عام کلیہ سے مستثنیٰ نہیں، جب طرح ہمارے یہاں کے غریب نماز پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اسی طرح وہاں کے غریب بھی پابند صلوٰۃ ہیں اور ہندوستان میں حکومت کے اعلیٰ حکام، مجالس قوانین کے ارکان، قومی زعماء سیاسی قواد اور دیگر اصحاب ثروت و دولت کی پابندی احکام شریعت کا عموماً جو حال ہے وہی حال ترکی میں اس قسم کے لوگوں کا ہے، مگر جس طرح ان نماز پڑھنے والے مبروں اور بیڈروں کی خدمات اسلام پروری سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح ترکی اور باہر مل و عقد کی اسلامی حیثیت پر شک و شبہ نہیں کر سکتے،



قسطنطنیہ میں تمام مساجد آباد ہیں، وقت پر باقاعدہ جماعت ہوتی ہے، چونکہ کئی عالی شان مسجدیں پاس پاس بنی ہوئی ہیں، اس لئے ہر مسجد میں ہر نماز کے وقت زیادہ اجتماع ناممکن ہے، وہاں کی جامع مسجد میں کیا پانچون وقت جماعت یکساں ہوتی ہے، حالانکہ جامع مسجد سے لیکر فقہوری مسجد تک بچے میں کوئی بڑی مسجد نہیں، مگر قسطنطنیہ میں اس قدر فاصلہ میں کم از کم دو تین بڑی مسجدیں ہونگی، میں نے قسطنطنیہ کی مساجد میں دیکھا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے آدمیوں کا تاتار برابر لگا رہتا ہے، اسلامی لباس میں وضو کر کے نماز پڑھنا کچھ مشکل نہیں، مگر ترکوں کو دیکھو سوٹ بوٹ پہنے ہوتے ہیں، وضو خانے میں پہنچنے، فوراً جوتے اتارے، سوزے نکالے، وضو کیا اور پھر سوزے پہنکر مسجد میں پہنچے، مجھے سب سے زیادہ عجیب سماں وضو خانہ کا معلوم ہوا، جہاں سوٹ بوٹ پہنے ہوئے لوگ بڑی پھرتی اور چستی کے ساتھ وضو کرتے تھے، یہاں ہندوستان میں ایسے پابند نماز بہت سے ہیں کہ جب وہ انگریزی لباس پہنتے ہیں تو پھر وضو کر کے نماز پڑھنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، اگر وضو ہی تب تو خیر نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن وہ بھی کار ہائے بادل ناخواستہ کہ کمین تپلون کی ٹنگن خراب نہ ہو جائے، ترکوں کو دیکھئے کہ جوان میں نماز پڑھنے والے ہیں، انکو انگریزی لباس پہنے ہونے کی حالت میں نماز پڑھنے سے کچھ آئکس نہیں آتا، آپ دفنوں میں پہلک پارکون میں، اٹیشنوں پر غرض ہر جگہ دیکھیں گے کہ نماز کا وقت آجائے پر کچھ نہ کچھ ترک ضرور نماز پڑھتے ہوں گے،

نماز جمعہ میں نے جامع ابو بیہ میں ادا کی وہ باوجود اپنی وسعت و کشائش کے اس قدر بھر گئی تھی کہ تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی، ایک حصہ عورتوں کے لئے محفوظ تھا، جوان سے پر ہو گیا تھا، نماز باقاعدہ عربی میں اور خطی طریقے سے ہوتی ہے، مساجد کے خطیب و امام بیٹ کے استعمال سے مستثنیٰ ہیں، وہ بہت دور میدان و ستار پھینتے ہیں، خطبے میں مسنون حصہ باقاعدہ عربی میں ہوتا ہے، البتہ وعظ و نصیحت والا ترکی زبان میں ہوتا ہے، اور اس لئے وہاں کا خطبہ ہمارے یہاں کے خطبہ

کی طرح خشک نہیں ہوتا، لوگ سچ کو جانتے ہیں، مگر ان اس کثرت سے نہیں جس قدر پہلے جاتے تھے، کی وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت لوگوں کے ارادہ سچ میں دخل نہیں دیتی تھی، اب حکومت کو یہ اطمینان دلانا پڑتا ہے کہ سچ کو جاننے والے کی مائی ما اچھی ہے، اور اس کے سفر کے مصارف کا اس کے خاندان کی مالی حالت پر برا اثر نہیں پڑ سکتا، حکومت کی اس غفلت سے جو درحقیقت قوم ہی کے مفاد کے لئے ہے، عازما سچ کی تعداد کا کم ہو جانا لازمی تھا، ہندوستان سے بہت سے غریب مسلمان محض معمولی سے زادراہ کا انتظام ہو جانے پر سچ کو روانہ ہو جاتے ہیں جس سے ایک طرف خود انکو سخت تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں اور دوسری طرف ان کے اہل و عیال ان کے روانہ ہو جانے کے بعد ہندوستان میں پریشان ہو جاتے ہیں، ترکوں میں تعداد ازدواج کو قانوناً روک دیا گیا ہے، اس کی بابت میری ناچیز رائے یہ ہے کہ انھوں نے بہت اچھا کیا، بڑی دانشمندی سے کام لیا، سب ملکوں میں ایسا ہی ہونا چاہئے، اسلام میں ایک سے زیادہ بیوی رکھنا جائز ہے، مگر فرض واجب یا سنت نہیں، (سنت شرعی اصطلاح میں محض فعلِ سول ہی کو نہیں کہتے، بلکہ اس کام کو کہتے ہیں، جس کے کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہو،) اور جائز اس فعل کو کہتے ہیں جبکہ نہ کرنا بہتر ہے، پس جس چیز کا نہ کرنا درحقیقت بہتر ہے، لیکن شارع نے کچھ قیود کے ساتھ اس کے کرنے کی اجازت دیدی تو اگر کوئی قانون حکومت اسلامی مسلمانوں کے اس اجازت سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھائے گا احساس کر کے اسے ممنوع قرار دیدے تو اس میں شریعت کی خلاف ورزی کیا ہوئی، یہ تو درحقیقت شریعت کے اصلی مقصد کی تکمیل ہے، میرا اعتقاد ہے کہ جہاں ایک طرف تعداد ازدواج کی مع الشرط اجازت ہوئے بغیر اسلام ناقص رہا وہاں دوسری طرف یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے اسے اپنی ہیمنہ خواہشات کے پورا کرنے کا حیلہ بنا کر قوم و ملت کو سخت نقصان پہنچایا، ایک جرمن پروفیسر مقیم قسطنطنیہ کی وساطت سے ایک سیاست دان ترک سے ملاقات ہوئی، اور اس سے کئی مباحث پر گفتگو کرنے کا موقع ملا، سب سے پہلے میں نے الغائے خلافت کا



مسئلہ لیا اسکا اس نے نہایت محقول جواب دیا، وہ بولا کہ اس خلافت کی وجہ سے ترکوں کی حکومت تمام عیسائی طاقتوں کی آنکھوں میں خوار تھی، وہ خلافت کو بین اسلامزم کا کارگر حربہ سمجھتے تھے اور اس ہر طرح ہمارے درپے تخریب تھے، ہکو اس خلافت پر بڑا ناز تھا اور سمجھتے تھے کہ جیتے دنیا کے مسلمانوں کی ہمدردی ہمارے ساتھ ہے، تو عیسائی سلطنتیں ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہیں، مسلمان اپنے خلیفہ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے، لیکن گزشتہ جنگ عظیم میں یہ خیال سرسرخش بر آب ثابت ہوا، اعلان جہاد پر بھی مسلمانوں نے ہمارا ساتھ نہ دیا، اور آخر میں شکست ہوئی تو کس لئے؟ اسی لئے تو کہ ایک طرف ہمارے مسلمان بھائی ہم سے لڑنے آئے، اور دوسری طرف عربوں نے ہم سے قطع تعلق کر کے ہمارے دشمنوں کیسا ساز باز کیا، ہم تو انھیں کے بولے پر خلافت کی حمایت کے لئے اس قدر نقصان پر نقصان اور زک پر زک اٹھا رہے تھے، جب انھوں نے غداری کی تو اس خلافت کا عقدہ کھلا، کہ یہ تو تار عنکبوت بھی کمزور ہے، ہم نے یہ خلافت ان کے منہ پر لٹی دے ماری کہ عطا کو بہ لقاے تو اب جب ہم نے خلافت کا قصہ طے کر دیا تو ہماری حیثیت محض ایک معمولی حکومت کی سی رہ گئی، ہم سے بین اسلامزم کا کچھ تعلق نہ ہا، ادب ہم ہر طرح پر محفوظ اور خوش و خرم ہیں،

میں نے دریافت کیا کہ ترکیہ جمہوریہ کے نام سے لفظ اسلام کیون اڑا دیا گیا، کہنے لگا کہ یہ لفظ زائد تھا، کیا کسی عیسائی سلطنت کے نام کے ساتھ لفظ عیسائی لگا ہوا ہے، علاوہ برین سب تک مسلمان ہی ہیں، اسی مسئلہ میں اس نے بتایا کہ آج تک شکل سے ایک آدم ترک نے دین عیسائی قبول کیا ہو تو کیا ہوا، وہ نہ سب ترک مسلمان ہیں، اور اس لئے لفظ ترک مسلمان کا مترادف ہے، آج تک صرف چند لڑکیوں نے غیر مذہب والوں سے شادی کی ہے، حکومت اس کا سد باب کرنے کی فکر میں ہے،

حروف لاطینی اختیار کر لینے کا ترکوں پر بڑا اعتراض ہے، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

وہ حق بجانب ہیں، عربی خط کے خوبصورت ترین خطوط ہونے میں شک نہیں مگر اسی کے ساتھ سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تلفظ الفاظ، طریقہ املا سے جہاں تک حرکات بلکہ نقطہ کا تعلق ہے بالکل مستغنی ہے، اگر کسی لفظ پر نقطے اور حرکتیں نہ دی جائیں تو وہ کئی صورتوں سے پڑھا جاسکتا ہے، خط لاطینی میں یہ عیب نہیں، جب آپ نے خاص آوازوں کے لئے خاص واول (اے اے حروف) مقرر کر دیئے تو پھر ایک لفظ صرف ایک ہی تلفظ کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے، علاوہ برین خط لاطینی خط عربی کے مقابلے میں اس قدر سہل ہے کہ بہت ہی کم مدت میں ایک جاہل عمر رسیدہ شخص لکھنا پڑھنا سیکھ سکتا ہے، پھر ہی کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ ترکوں کو زیادہ تر ان اقوام سے سابقہ پڑتا ہے جن کا رسم الحروف لاطینی خود ایسی صورت میں اس خط کا اختیار کر لینا نہایت عقلمندانہ اصلاح ہے، اب قسطنطنیہ میں نوے فیصد مرد لاطینی خط لکھنا پڑھنا جانتے ہیں، عربی رسم الخط کے جانتے والے ہمیشہ بہت ہی کم ہوتے تھے، عمر رسیدہ لوگ لاطینی خط سے واقف ہونے کے بعد نوشت و خواندگی لذت سے آگاہ ہو کر عربی رسم الخط سے بھی رفتہ رفتہ واقفیت حاصل کر لیتے ہیں، مجھے اطلاع دینے والے ترک نے مجھ سے بیان کیا کہ لاطینی خط تو صرف ترکی زبان کے لئے اختیار کیا گیا ہے، فارسی عربی کی کتابیں بدستور عربی خط میں میں شائع ہوتی ہیں، جب مذہب اسلام کسی قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں، تو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے یہ ناممکن ہے، کہ انکی زبان اور خط عربی ہو، چینی مسلمانوں کی زبان اور خط چینی ہے، یہی حال برصغیر، بنگال اور مالابار کے مسلمانوں کا ہے، میں نے برٹش میوزیم میں اسلام کی ایسی کئی کتابیں دیکھیں جو تاملی رسم الحروف میں لکھی ہوئی ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ پرانے طریقے کے علماء سخت ناراض ہیں اور موجودہ عہد کو بے دینی کا عہد سمجھتے ہیں، لیکن فی الاصل بات یہ ہے کہ اس وقت ترکی ارتقائی تحویل کی حالت میں ہے، سرسید مرحوم نے جب ہندوستان کے علماء کو دیکھا کہ ان پر جمود و خمود طاری ہوئے، ان میں جوش عمل ہوئے، کام کرنے کی صلاحیت، ان کے معلومات



محدود و فرسودہ ہیں اور انکا درس و تدریس دنیائوسی و ناکارہ مسلمانوں کو اگر زندہ رہتا ہے تو وہ  
انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کریں اور علوم جدید سے فائدہ اٹھائیں، علمائے اس تحریک کو کفر و اتحاد  
تفسیر کیا، سرسید انکا مقابلہ کرنے کے لئے ختم ٹھوک کر سامنے آیا چنانچہ بہت جلد صورت حال یہ ہوئی  
کہ تمام ہندوستان کے علماء ایک طرف اور بیچارہ سرسید دوسری طرف، لیکن وہ اپنے ارادہ پر مستقل  
رہا اور علی گڑھ کالج قائم کر کے چھوڑا، سرسید مرحوم کی مجددانہ کارروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہندوستان  
میں مسلمانوں کی جو سیاسی ہستی باقی ہے، وہ محض اسی درسگاہ کے تعلیم یافتہ لوگوں ہی کے بدولت  
ہے، جس کے خلاف تمام علماء ہند نے مقدور بھر کوشش کر لی تھی، یہی حالت آج ترکی کی ہے، وہاں کے  
علماء کی حالت یہاں کے علماء سے بھی بدتر ہو گئی تھی، جابجا پیری مریدی کا زور، خانقاہوں کی  
کثرت، تنگ قوم و ملت درویشوں کا ملاطم، جب علماء ہی کی حالت خراب ہو تو عوام کی حالت جس قدر  
زبون اور افسوسناک ہو کم ہے، لیکن خداوند عالم نے وہاں سرسید ایسا صالح قوم مصطفیٰ اکمال پاشا  
کی شکل میں بھیجا، مصطفیٰ اکمال پاشا اور علماء کی جماعتوں میں تصادم واقع ہونا لازمی تھا، سرسید کے ہاتھ  
میں حکومتی اقتدار نہ تھا، مصطفیٰ اکمال پاشا اپنی تدبیر و شجاعت، ہمت و استقلال کی وجہ سے سلطنت  
ترکی کو تباہی سے بچا کر اس کا صدر عظم بن چکا تھا، اپنی اصلاحات کی اجراء میں جب قدر کوشش کرتا کم  
تھا، فرض کرو کہ اگر سرسید ہندوستان کا بادشاہ یا عنان حکومت کا مالک ہوتا تو وہ بھی لفین علماء کی  
کس قدر بددینہ کنی نہ کرتا، مگر کیا اسکا ایسا کرنا اس لئے ہوتا کہ وہ اسلام کے خلاف تھا، اور اسے برباد  
کرنا چاہتا تھا، ہرگز نہیں،

یورپین اصحاب الہدٰی کی یہ کس قدر کوتاہ نظری اور تعصب ہے، کہ ترکی میں جو اصلاح جاری  
ہوتی ہے، اسے یہ لوگ ترکی کے عیسائیت سے قریب اور اسلام سے بعید ہونے کی تحریک سمجھتے ہیں،  
کیا اسلام ان کوتاہ نظر متعصب عالمانہ مذہب حاضر کے نزدیک اقتصادی، اجتماعی، سیاسی، اور

مذہبی خرابیوں کے مجموعہ کا نام ہے، کہ جیسے ایک برائی کم ہوئی، ویسے ہی اسلامیت کا ایک عنصر کم ہو گیا،  
کیا اسلام نام ہے، عام لوگوں کے تحصیل علوم اور کسب فضائل سے محروم رہتے، عورتوں کو ذلیل و  
خوار سمجھ کر مکانات کی چار دیواری میں مرغان نفس کی طرح مقید رکھنے اور چار چار بیویاں رکھنے کا  
اگر ایسا نہیں ہے، اور ہر شخص جانتا ہے کہ یقیناً ایسا نہیں تو پھر ان برائیوں میں سے کسی ایک برائی کے کم  
ہونے پر کوئی قوم اسلام سے دور کیوں کر ہو سکتی ہے، علاوہ برین دیکھئے کہ موجودہ عیسائیت اس عیسائیت  
جو حضرت عیسیٰ لائے تھے اور جو انجیل میں مذکور ہے، کس قدر دور ہے، ترک اسلام سے کسی لحاظ سے اعتدال  
دور نہیں ہوئے، جس قدر بیسویں صدی کے عیسائی اپنی اصلی شریعت سے دور ہیں، پھر ترکوں کو  
کیون الزام دیا جاتا ہے، جب تک کوئی شخص خدا کی وحدانیت، قرآن پاک کے منزل من اللہ، اور  
جناب رسول کریم کے برحق ہونے کا معتقد ہے، اس وقت تک وہ نہ کسی طرح دائرہ اسلام سے خارج  
ہو سکتا ہے، نہ عیسائیت کے قریب آ سکتا ہے، مخالفین، اسلام کو ہر ہر ملامت بنانے میں خلط بخت  
کر دیتے ہیں، مثلاً اس وقت موجودہ ترقی و تہذیب کو عیسائیت سے کچھ سروکار نہیں، عیسائیت کا  
رکن رکن محبت و ایثار ہے، کیا آج ایک قوم دوسری قوم کے لئے محبت و ایثار کرتی ہے، قوم کو چھوڑ دو  
کیا کوئی شخص اس ہنگامہ تنازع البقا میں اپنی ہستی کو دوسروں پر فوقیت دینے کی کوشش کے بغیر کاٹنا  
ہو سکتا ہے، قوت عمل کی تحریک جب قدر قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے، وہ انجیل میں کہاں جس کی تعلیم  
یہ ہے کہ اگر ایک گال پر تھپڑ لگے تو دوسرا سامنے کر دو، تو کیا اسلام مسلمانوں کی موجودہ برائیوں کا ذمہ دار ہو سکتا ہے  
پردہ کے لحاظ سے ترکی میں تین طرح کی عورتیں ہیں، اقدامت پسند جو ہنوز چہرہ پر نقاب  
ڈال کر برقع میں باہر جاتی ہیں، دوسرے وہ جو بلا نقاب مگر برقع میں نکلتی ہیں، تیسری وہ جو یورپین  
لباس پہنتی ہیں، آخر الذکر طبقہ روز بروز افزون ہے، یہی حالت میں نے مصر میں دیکھی، البتہ شام، فلسطین  
اور حجاز میں سب عورتیں چہرہ پر نقاب ڈالتی ہیں، الغرض میں نے ہندوستان کا سا پردہ ملا دیکھا



میں کہیں نہیں پایا، ہر چیز کی افراط و تفریط مذموم و مبغوض ہے، فضیلت کا دار مدار اعتدال اور وسط پر ہے، جس طرح ہندوستان میں پردہ کی بابت افراط ہے، یورپ میں تفریط ہے، یہ دونوں صورتیں بری ہیں، بہترین صورت وہ ہو سکتی ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہو، جب ہندوستان میں بعض مسلمان خاندان اس بارہ میں انگریزوں کے دوش بدوش ہیں تو ترک جو یورپین اقوام سے بہت نزدیک ہیں اگر پردہ نسوان کے بارہ میں ہم سے قریب ہونے کے بجائے یورپین عمل درآمد سے قریب ہیں، تو کچھ شکایت کا موقع نہیں، کیا ہندوؤں کے پاس رہنے کی وجہ سے ان کی بہت سی رسمیں ہم میں نہیں پائی جاتیں، یہ تاہم کہ ہندوستان کی مسلمان عورتوں کا پردہ ہمیشہ یا عرصہ دراز تک موجودہ حالت پر رہے، اگرچہ اسے مذہبی و دینی رہنما باہم غور و فکر کر کے مسئلہ احتجاب نسوان کا کوئی قابل اطمینان حل نکال دیں تو بہت مناسب ہے، تاکہ اس باب میں رفتار ترقی ایک پسندیدہ ڈھچر پر چڑ جائے، نہ نہ پریم پرستوں کی طرح اندیشہ ہو کہ نہ معلوم یہ مواد کس طرف کا رخ کرے اور پھر کیا انجام ہو، خود رو اور باغبان کی نگرانی میں اُس کے ہوتے پودوں میں بڑا فرق ہے، دما تو فیضی الہا جانا

العلیٰ العظیم

## سفر حجاز

از مولانا عبدالماجد دہلوی اڈیشہ

مولانا نے اس سفر نامہ میں حرمین کے چشم دید حالات قلم بند کئے ہیں، اور مناسک حج کے متعلق فقہی احکام و ہدایات درج کئے ہیں جو لوگ حج و زیارت کرنا چاہیں، یا حجاز کے حالات سے واقف ہونا چاہیں، ان کے لئے یہ سفر نامہ نہایت دلچسپ و مفید ہے، اختتام ۲۲ مئی ۱۳۲۱ء بمقام عمار مطبوعہ معارف پریس

نمبر

## ملائے عظیم آبادی اور کئی دستاویز

از

مولوی سید ریاست علی ندوی رفیق دارالمنہجین

معرفت ماہ اکتوبر ۱۳۲۱ء میں ہمارے محترم نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے ملائے عظیم آبادی کی تین کتابوں بارغ گلشن، فارسی ترجمہ ہر شش دفتر ثنوی اور شرح مختصر و فرہنگ لغت ثنوی کا تعارف کرایا تھا، جو مولانا نے محذوم کو اپنے کتب خانہ کی ترتیب میں نظر آئیں، اور پھر اسی سلسلہ میں موصوف نے فرزند ان ہمارے ملا صاحب کے حالات پر روشنی ڈالنے کی فرمائش کی تھی، دارالمنہجین میں تذکرہ و تراجم کی جو کتابیں ہیں ان میں ملا صاحب کا ذکر موجود نہیں، عجب کیا کہ مشرقی کتب خانہ بانگی پور ٹپنہ یا ظفر نواب پبلک لائبریری گیا کے کسی قلمی تذکرے میں ان کے حالات موجود ہوں، اس وقت اتفاق سے ہمارے سامنے ملا صاحب کی دو اور کتابیں شکرستان فرہنگ گلستان اول فرہنگ کندر نامہ ہیں، جنہیں دارالمنہجین کے کتب خانہ کی ترتیب میں مولانا کی اس تحریر کی اشاعت کے بعد نظر پڑی، یہ دونوں کتابیں ایک ہی طبع میں ہیں، اور ایک ہی کاتب کے قلم سے لکھی ہوئی ہیں، کاتب محمد آباد ضلع اعظم گڑھ ہی کے ایک بزرگ ہیں، شروع میں شکرستان ہے، اور آخر میں فرہنگ کندر نامہ، نسخہ کی قطع ۲۶×۲۰، خط نستعلیق اور خوش خط ہے، شکرستان ۱۲۴ ورق پر ختم ہوتا ہے، اور فرہنگ کندر نامہ ۱۵۵ ورق سے ۲۲۲ ورق تک ہے، اور اسی کے آخر میں کاتب نے اپنے قلم سے ایک خاتمہ بھی لکھا ہے، جس سے مصنف کا نام، کاتب کا نام، کتابت کے خاتمہ کا وقت اور زمانہ اور کتابت کے مقام کے حالات معلوم ہوتے ہیں



وہ خانہ حبیل ہے۔

”تمام شہنشاہ فرنگ سکندر نامہ من تصنیف حقایق و معارف آگاہ فضائل و کمالات و سنگا ہوئی  
محمد سعد عظیم آبادی بروز چار شنبہ بتاریخ ہفتم ربیع الثانی قبل از ظهر در سنہ ۱۲۱۰  
ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق سنہ ۱۲۱۰ فصلی تحریر یافت، کاتب و مالک بندہ محمد یعقوب  
ابن شیخ غلام احمد بن شیخ عبد اللہ راکن پرگنہ محمد آباد گوہرہ سرکار جوہر مضاف صوبہ  
الہ آباد، ہر کہ دعویٰ کند باطل گردد و در مقام بنارس بخانہ بنحو نور یافت و در وقت طالب علمی  
نوشته شد، اللہ اعظم لکاتبہ و اسامی بر حمت یا اسما حمد اللہ احمیت“

شکرستان میں اولاً مصنف کا ایک دیباچہ ہے جو دو تین صفحوں میں آیا ہے اس کے بعد فرہنگ شروع  
ہوتی ہے، فرہنگ حروف تہجی کی ترتیب کے بجائے گلستان کے ابواب کی ترتیب پر ہے، گلستان کے ابواب  
حکایت اور حکمت کے حوالہ کے بعد مشکل الفاظ نقل کئے گئے ہیں، اور کاتب نے فرہنگ کی عبارت  
گلستان کے جملوں اور فقرات کو ان پر سرخ روشنائی کے خط سے متاثر کر دیا ہے، اور ابواب اور ان کے  
عنوانات کو کج خط صلی سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے،

ملاسعد نے دیباچہ میں اولاً حمد و نعت لکھی ہے، پھر وجہ تالیف اور زمانہ تالیف بیان کر کے  
دیباچہ ختم کر دیا ہے، صاحب کا طرز تحریر بھی وہی ہے، جو نمونہ اس دور میں اہل علم کے درمیان رائج  
تھا مثلاً دیباچہ کی ابتدا میں جو حمد و نعت ہے اس میں صنعت براۃ استہلال کا خصوصیت سے لحاظ  
رکھا گیا ہے، اور حمد میں ایسے ہی الفاظ لائے ہیں جن سے گلستان کے نام کی رعایت کا اظہار ہو  
اس کے بعد سبب تالیف ان الفاظ میں لکھتے ہیں:-

”اما بعد فقیر حقیر محمد سعد مشہور و نامور باران ارجند و مکتوف خواطر.....  
دشوار بہت میگردد اند کہ کتاب گلستان شیخ بزرگوار و مرشد نادار صالح الدین سعدی

شیرازی قدس اللہ سرہ پیار نگین است و حکایات و اشعار او شیریں

اس کے بعد چند شعر میں گلستان کی تعریف یوں کرتے ہیں:- نظم  
موسے گلستان کہ روضہ بہشت خاک و خاشاک او عنبرین برشت  
باہائش بہشت را و را، فیض دہ قصہ اش کوثر را،  
دلکش ابیات او بسے زیبا جان فراہم چو صورت دیبا  
پھر لکھتے ہیں:-

”درین ولادت با برکت اس واقعات بعضے عزیزان فضل اتما و بحان دشت  
صدائق پیارے چند در حل الفاظ لطیف و عبارات شیریں آن نسیم نفیسہ مرقوم در مرقوم  
میشود امید کہ ارجح“

اس کے بعد چند شعر میں جنہیں سال تصنیف بیان کیا گیا ہے، لکھتے ہیں، شہنوی

”سال ہزار و نو و دو... ہجرت من طرح چنین نسیم فرخندہ نمودم  
از بس کہ نوشتم سخن سادہ و پرکار از خاطر اندیشہ بے رنگ زد و دم  
در شرح گلستان کہ بانا و گلستان زین گلک گریار و غرض کشودم

اور پھر سب سے آخر میں کتاب کا نام یوں لکھتے ہیں، اور اسی پر دیباچہ ختم ہو جاتا ہے،  
”و چون بعنایت الہی و فضل نامنا ہی این فرہنگ کہ در معنی کا لشرح بہت با تمام ہو  
بشکرستان موسوم گردید ان اللہ حمید مجید“ (ورق ۲)

گلستان کے جس نسخہ کو سائے رکھکر ملا سعد عظیم آبادی نے فرہنگ لکھی ہے، وہ گلستان کے مطبوعہ

سے یہاں پر کاتب سے کوئی سحرئی نقطہ شعر میں چھوٹ گیا ہے، قرینہ سے ہفت معلوم ہوتا ہے، یعنی  
در سال ہزار و نو و ہفت ہجرت (۱۱۹۷ھ) کہ اس کے بعد کی کتاب میں تسلسلہ مرقوم ہے،



نسخوں سے کسی قدر مختلف تھا، ہم پورے استقصاء کے ساتھ تو اس اختلاف کو نہیں دیکھ سکے لیکن شروع کے ایک دو صفحہ اور آخر کے چند صفحوں کو گلستان کے مطبوعہ نسخوں سے ملا کر دیکھا تو کسی قدر اختلاف نظر آیا، ذیل میں اس کی ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ہمارے سامنے گلستان کے مطبوعہ نسخوں میں سے ایک نسخہ مطبوعہ مطبع جعفری کا پورٹ ۱۲۸۵ھ اور دوسرا نسخہ مطبوعہ مطبع احمدی کان پور ۱۲۸۵ھ کے ہے، پہلے نسخہ کی اگرچہ لکھائی چھپائی خراب ہے، لیکن صحت اور اختلاف نسخہ کے ساتھ شایع ہوا ہے، اور الفاظ اور عبارتوں کے اختلاف پر نسخوں کا حوالہ دیدیا گیا ہے، دوسرا نسخہ صرف خوشخط چھپا ہے، اور معانی اور فرہنگ پر زیادہ توجہ کی گئی ہے۔

ملاسہ کے نسخہ گلستان اور ان مطبوعہ نسخوں کے پہلے اسی جملہ میں فرق موجود ہے، ان نسخوں میں پہلا جملہ یوں ہے: "منت خدا ابرار و جل کہ طاعتش موجب قربت است" ملاسہ نے اس پہلے جملہ میں سے "منت" "عزت" طاعت "موجب" اور "قربت" کی تشریح کی ہے، لیکن "منت" اور "عزت" کے درمیان لفظ "نامہ" سر کی بھی تین چار سطروں میں کی گئی ہے، اس کے ملاسہ کے نسخہ میں یہ جملہ یوں تھا: "منت مر خدا ابرار و جل کہ طاعتش موجب قربت است" اچھا پتہ "منت" اور "عزت" کے درمیان "مر" کے متعلق لکھے ہیں: "مر یا فتح از کلمات نامہ است کہ از بے حسن کلام گویند، مانند آنکہ مراور گفتم یا مراور" دیدم مراد آن باشد کہ اور گفتم و اور دیدم و گا ہی افادہ خصوصیت نیز کند و شیخ بزرگوار" مراد مراد کبریا دینی ہو کہ مکش قدیم است و دانش غنی" (ورق ۲)

اسی طرح آخری آٹھویں باب آداب صحبت میں نہ صرف الفاظ کا فرق ہے، بلکہ مطبوعہ نسخوں میں عبارت کی عبارت میں غائب ہیں، مثلاً آٹھویں باب میں دعوتیں نسخوں کے بعد "پند حکمت کے درمیان" شکرستان کے نسخہ میں مستقل ایک حکمت کا بیان زیادہ ہے، چنانچہ ان دونوں "پند" "پند" کہ نصیحت خود را می بیند رخ او پند حق را مستایش خوش آید رخ" کے درمیان شکرستان کے نسخہ میں

ایک پند زیادہ ہے، جس کو ملاسہ نے "حکمت ہر کہ در حالت انج" سے شروع کیا ہے اور اسمین کے لفظوں "خاک شرق" اور آدمی زادہ کی تشریح کی ہے، اسی طرح اس سے پہلے گلستان کی عبارت "حکمت بد خوئی بدست دشمنی انج" اور حکمت دشمن چو از ہمہ حلیتی انج" کے درمیان ایسے چند الفاظ کی فرہنگ ہے، جو ان کے درمیان میں موجود نہیں (ص ۱۴۰)

اگرچہ یہ وہ تمام الفاظ و فرہنگ جو مطبوعہ گلستان کے برخلاف ان میں موجود ہیں ان سے اکثر اسی آٹھویں باب میں متفرق طور پر مختلف جگہ مطبوعہ گلستان میں بھی موجود ہیں، اس لئے غالباً یہی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ شکرستان کے نسخہ گلستان اور ان مطبوعہ نسخوں میں صرف ترتیب کا فرق تھا، اکثر حکایتیں اور حکمتیں وہی ہیں، جو مطبوعہ نسخوں میں بھی ہیں، لیکن انکی جگہ اسمین بدلی ہوئی ہے، نیز معلوم ہوتا ہے کہ چند حکایتیں اور حکمتیں شکرستان کے نسخہ میں مطبوعہ نسخوں سے زیادہ ہیں،

لیکن یہ واضح رہے کہ شکرستان کے نسخہ اور ان مطبوعہ نسخوں میں یہ جو کچھ فرق ہمیں نظر آیا ہے، وہ صرف آٹھویں باب میں اور وہ بھی شکرستان کے آخری چند صفحوں میں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اگر مطبوعہ نسخوں سے شکرستان کا باستقصاء مقابلہ کیا جائے تو یہ اختلافات اور ابواب میں بھی نظر آئیں، لیکن ہم نے ایک دو مقام پر ملا کر دیکھا، دونوں میں تطبیق نظر آئی، البتہ آٹھویں باب میں چند صفحات کے بعد ان دونوں میں بالکل اختلافات ہیں، شکرستان کا نسخہ گلستان کی اس حکمت کے فرہنگ پر ختم ہے، "حکمت ہر کہ در پیش سخن انج"

اور پھر اسی کے تحت میں حرب فیل الفاظ "مایہ" "فضل" اور فراخ سخن کی فرہنگ درج ہے اور اسی پر یہ نسخہ تمام ہو گیا ہے،



لیکن کاتب نے اس کے بعد فرہنگ سکندر نامہ کو تین ورق کی بیاض چھوڑ کر شروع کیا ہے  
 ممکن تھا کہ ایک دوسری کتاب کے آغاز کی وجہ سے بیاض چھوڑی گئی ہو لیکن شکرستان کے  
 خاتمہ پر پھر کوئی جملہ مختتمہ درج نہیں، اس لئے غالباً لگایا گیا ہے کہ شکرستان کے آخر کے چند صفحے  
 کتاب سے رہ گئے ہیں اور اس لئے آخر سے یہ نسخہ کسی قدر ناقص رہ گیا ہے،  
 اس کے بعد فرہنگ سکندر نامہ ہے، اس میں بھی ابتداً دو صفحوں کا دیباچہ اور آخر میں کاتب  
 کے خاتمہ کے علاوہ مصنف کا بھی خاتمہ کتاب ہے، اس کے دیباچہ میں بھی صنعت براۃۃ التملیل  
 کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، کتاب ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے:-

”بہاس بے قیاس و محمد سجدہ آفریدگارے را کہ قصص حضرت رسل و انبیاء و ائمتہ  
 بادشاہان جلالت اتما موجب عبرت و سبب موعظت اہل فطرت و خداوند فطنت ساخت  
 و درود فرخندہ و سلام مبارک فرما کیست میرا کہ باعجاز بیان و قرآن روشن تیان غلغلہ در  
 ہفت فلک نہاخت الخ“ (ورق ۱۵۰)

اس کے بعد لکھتے ہیں:-

”فقیر سراپا تقصیر محمد معروض ضمایر سخن فہمان سدید میکرواند کہ کتاب شرفنا  
 کہ بسکندر نامہ در بیان اہام شہرت تمام دار و نسخہ ایست صاف و کتابے است کافی برا  
 حاصل کردن شامل الخ“

پھر سبب تالیف یوں بیان کرتے ہیں:-

”و درین ایام بعضے دوستان سعادت انجام افتراج تمام و اسحاق مالاکلام  
 نمودند و فرمودند کہ بہت توضیح و تفسیر بعضے الفاظ متعلق و کلمات مشکل آن کتاب مستطاب  
 از کتب لغت مثل صراح و کنز اللغات و موبد اللہ جز ان حواشی در حین تحریر یاد آورد

و چند بیت رانیہ کہ فی الجملہ قیومینے باشد و نسخ کردن و لہذا با وی آن دواوی شدہ مکرسمی و جہاد برہم و بہ  
 تسوید شرح بعضے الفاظ و ابیات در پیوستہ الخ“ (ورق ۱۵۱)

پھر حنیفہ شعر کے بعد فرہنگ شروع ہوتی ہے، اور کتاب ختم کر کے آخر میں یوں لکھتے ہیں اور  
 اسی سے سال تصنیف معلوم ہوتا ہے،

”و بامداد حضرت ذوالجلال این چند ورق در ہزار دود و شش ۹۶ ۱۰۰ از ہجرت  
 رسول بر حق از دلایزال کہ صد ہزار درود و نیت خدای متعال الخ“ (ورق ۱۵۲)

بہر حال حبیب گنج اور دارالمنصفین کے ان قلمی نسخوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انکا نام محمد محمد تھا  
 عظیم آباد پٹنہ وطن تھا، اس وقت پٹنہ کا نام عظیم آباد سنہین پڑا تھا کہ نام عظیم الشان بن عالمگیر  
 کے زمانہ میں پڑا ہے، اس لئے وہ پٹنہ کی کہلائے، فارسی درسیات کے پڑھنے پڑھانے کا غالباً شغل  
 رکھتے تھے، اس لئے ان کتابوں کی شرحیں لکھیں، انکا زمانہ گیارہویں صدی ہجری کا اخیر  
 اور بارہویں صدی ہجری کا اول تھا،

شرح سکندر نامہ ۱۰۹۶ھ میں تالیف کی، شرح گلستان ۱۰۹۷ھ میں اور باغ گلین  
 شتوی روم کا انتخاب ۱۰۹۸ھ میں کیا ہے، شتوی مذکور کے چھوٹے دفتروں کے خطبوں کا فارسی  
 ترجمہ ۱۱۱۴ھ میں کیا،

فارسی کے شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں عربی سے بھی آگاہ ہیں کہ شتوی کے عربی خطبوں  
 کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے،

کتابت

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی دیکھری، قیمت پیر ”ہنجر“



## تاریخ و تفسیر

### ۱۹۳۱ء میں سائنس کی ترقی

معارف میں ماہانہ اخبار علمیہ کے علاوہ سال بسال سائنس کے کارنامے بھی پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ ذیل کی سطروں میں اس ترقی کا خلاصہ ہے جو سال گذشتہ میں سائنس کے مختلف شعبوں میں ہوئی ہے۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ اس طویل فہرست میں دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہندوستان کا نام ایک بار بھی نہیں آیا ہے۔ کسی ملک کی تعلیمی ترقی کا راز صرف یونیورسٹیوں کی تعداد میں اضافہ نہیں، بلکہ اس کی تعلیمی کیفیت میں اضافہ ہے۔ ہمارے ہاں علوم جدیدہ کا شور تو بہت مچھوٹا ہے، مگر جو کچھ سیکھا جاتا ہے، وہ بھی ذہنی غلامی کی حد سے آگے نہیں بڑھتا، بہر حال یورپ نے پچھلے سال مختلف علوم و فنون کے جن شعبوں میں جو کچھ ترقی کی ہے، اس کی مختصر فہرست یہ ہے۔

فن ہوابازی، اس فن میں لٹنٹ اپالو سوئیک (Lieut Apollo Soucek) بحری ہوا باز نے ۳۱۶۶ فٹ یعنی آٹھ میل سے زیادہ کی بلندی تک پرواز کی، یہاں تک کسی اور کی رسائی ابھی تک نہیں ہوئی تھی،

بحرالکلیک کو مشرق سے مغرب تک عبور کرنا بہت مشکل ہے، مگر اس سفر کو کپٹن ڈوڈو کوستے (Capt. Dieudonne Coste) اور مارس بلوئے (Maurice)

(Bellonte) نے کامیابی کے ساتھ طے کیا، وہ کوئین مارک (Queen Mark)

نامی طیارہ میں پیرس سے روانہ ہوئے، اور ۳ گھنٹے اٹھارہ منٹ میں نیویارک پہنچ گئے، کونٹل یونیورسٹی کے ڈاکٹر ولیم جیر (Dr. Wm. Green) نے ہوائی جہازوں کے پروانے کی ربر کی ایک پوشش ایجاد کی ہے، جس سے ان پروان پر برت نہیں جتنے پاتے، کپٹن فرینک ہاگس (Capt. Frank Hawks) نے ۱۲ گھنٹے ۵۵ منٹ ۳۵ سکنڈ میں براعظم امریکہ کو مغرب سے مشرق تک عبور کیا، اتنے کم وقت میں اس قدر طویل پرواز کی پہلی مثال ہے، دنیا کے سب سے بڑے طیارہ جرمین ڈو اگس (Dox) نے اپنی پہلی طویل پرواز کو کامیابی کے ساتھ طے کیا،

فارست او برین (Forest O. Brin) اور ڈیل جیکسن (Dale Jackson) نے طیارہ گرٹیر سنٹ لوی (Greater St. Louis) میں مسلسل ۶۴ گھنٹے ۲۸ منٹ ۵۸ سکنڈ سفر کے ایک عظیم الشان کارنامہ دنیا کے سامنے پیش کیا، کرٹس ٹینجر (Curtis Tanager) نامی طیارہ کو (Guggen)

کے مقابلہ پرواز میں ایک لاکھ ڈالر کا انعام ملا، یوڈالینا (U. Madalena) اور الیت سیکونی (Al. Cecconi)

دو اطالین ہوا بازوں نے بغیر دوبارہ پٹرول وغیرہ لئے ہوئے مسلسل ۶۷ گھنٹے ۳۱ منٹ پرواز کر کے ایک ایسا کارنامہ پیش کیا ہے، جس کی نظیر نہیں ملے، ایک محیط حلقہ میں ان کی ۵۰۸۸،۲۷ میل کی پرواز بھی عظیم الشان ہے،

ڈاکٹر ہیوگو جنکرس (Dr. Hugo Junkers) نے اپنے عظیم الشان طیارہ کو مکمل کر کے سپرد پرواز کیا، یہ تیارہ تین ٹن سے زیادہ وزن برداشت کر سکتا تھا، اور آہٹین دو ہزار میل کی مسافت کی طاقت تھی،

برطانیہ کے عظیم الشان طیارہ آر (Ard) کو فرانس میں ایک طوفان کی وجہ سے آگ



لگ گئی اور وہ بالکل برباد ہو گیا،

ہوائی جہاز سے ایک مشین کے ذریعہ سے زمین پر آنکی پہلی کوشش جو لفٹنٹ باریسبی (Lieut. R. S. Barnaby) نے کی تھی، کامیاب ہوئی، چنانچہ وہ اس کے ذریعہ طیارہ لاس اینجلس (Los Angeles) سے نیچے اتر،

کیپٹن چارلس کنگس فورڈ (Capt. Charles Kingsford Smith) اور اس کے جہازی کارکنوں نے آرگنٹس ملک متحدہ امریکہ تک سدرن کراس (Southern Cross) نامی ایک طیارہ میں پرواز کر کے دنیا کے چاروں طرف کا دورہ مکمل کو پہنچایا،

طیارہ ۱۰۰۰ میل کا دورہ کر کے انڈیانا سے انٹرل امریکہ تک پہنچ کر کین (۳۴۰۰ میل کی پرواز طے کی، کیپٹن اسٹونس (Capt. Stevens) نے ایک فوجی ہوائی جہاز میں بیٹھ کر ۲۰ میل کے فاصلے سے عکسی تصویریں لین چکی نظر اس سے قبل موجود نہ تھی،

عورتوں میں سب سے زیادہ بلند پروازی کی مثال جس نے قائم کی ہو، وہ مس الیزا اسمتھ (Miss Eliza Smith) ہے جس کی عمر اٹھارہ سال کی ہو، اس لڑکی نے ۱۸۰۸ میل یعنی پانچ میل سے زیادہ کی بلندی تک پرواز کی،

کیپٹن فان گرونا (Capt. Von Gronau) اور اس کے تین ساتھیوں نے بحرا و قیافوں کو پہلی بار مشرق سے مغرب کی طرف آئس لینڈ اور گرین لینڈ کے راستہ سے ایک بحری ہوائی جہاز میں عبور کیا،

انگلستان سے امریکا تک سب سے پہلے جس عورت نے تنہا ہوائی جہاز میں سفر کیا وہ مس امی جانسن (Miss Amy Johnson) تھی،

عورتوں میں تیز پروازی کی مثال مس امیلیا ایبارٹ (Miss Amelia Earhart)

نے ۱۸۱۱۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار پر واز سے قائم کی،

علم الانسان اور علم آثار قدیمہ | نیشنل میوزیم مالک متحدہ امریکہ کے ماہر آثار قدیمہ نیل ایم جیڈ (Neil M. Judd) کی سرکردگی میں ہوائی جہاز سے ان تمام نہروں کی تصویر لی گئی جو تقریباً ۲۰۰۰ سال قبل امریکہ کے قدیم باشندہ انجینیروں نے بنائی تھیں،

دریائے کسکا کوئن کے ایک ایسے خطہ زمین میں جو تقریباً ناقابل گزر تھا، (Dr. Allen) نے جن کا تعلق آنتھن کے ادارہ سے ہے، امریکہ کے قدیم اور اصلی باشندے تین ہزار کی تعداد میں پائے، یہ لوگ قدیم باشندوں کی موجودہ نسل سے مختلف ہیں،

ڈاکٹر ہربرٹ اسپنڈن (Dr. Herbert Spinden) کی تحقیقات ہیں کہ حضرت مسیح سے آٹھ صدی قبل آیا، یعنی اصلی امریکی باشندے (جبکو انڈین کہتے ہیں) چاند اور سورج گرہن کے متعلق نہایت صحیح پیشینگوئیاں کرتے تھے،

روم (Rome) کے پرانے کھنڈر صاف کئے جا رہے ہیں اور نئے مکانات کو بھی گرا رہے ہیں، تاکہ قدیم عمارتیں بہتر طریقے سے دکھائی جائیں،

پروفیسر ولیم البرٹ (Prof. William Albert) نے اطلاع دی ہے کہ انجیلی تاریخ کی ایک ہزار سال کی شہادت (تقریباً ۱۸۰۰ سال قبل مسیح) صرف ایک میلہ میں پائی گئی جو بمقام طل بیت مصر ایم واقع ہے،

پنسلوینیا یونیورسٹی کے پروفیسر اسپیر (Spreiser) کا بیان ہے کہ دنیا کے قدیم ترین تمدن کی ابتدا ایشیا کی اس قوم نے کی جبکو یافثی قوم کہتے ہیں،

پنسلوینیا یونیورسٹی میوزیم اور برٹش میوزیم کے دفاتر نے ایک مجدد جسے بنوخذ نصر (نخبت نصر) نے تعمیر کیا تھا اور دوسرے آثار قدیمہ کو مقام اور (بابل) میں دریافت کیا،



مٹروپولٹن میوزیم آف آرٹ کے وفد نے ایک مقبرہ کا معائنہ کیا جس میں دو مصری شاہزادوں کی مومیائی کی ہوئی لاشیں دفن تھیں اور ان کی دفیات کا ایک لفیس نسخہ امریکہ لائے،  
مصر کے عہد قدیم کی مومیائی کی ہوئی لاشوں کا سب سے بڑا ذخیرہ جو صرف ایک مقبرہ میں پایا گیا ہے وہ یہ ہے جسے مصر قدیم کے امیرون کے قومی گورستان بمقام میڈوم (Meydum) کے ایک مقبرہ سے کھود کر نکالا گیا ہے،

مصری یونیورسٹی کے پروفیسر سلیم حسن آفندی نے مقام حیز میں ایک ایسا مقبرہ دریافت کیا ہے جس کے متعلق یہ کہہ جاتا ہے کہ وہ مصر کا سب سے بڑا شخصی مقبرہ ہے، جو اب تک معلوم ہو سکا ہے بہت لاول کے رصد خانہ میں تقریباً اسی مقام پر ایک نیا سیارہ دکھایا گیا جس کی پیشین گوئی رصد خانہ مذکورہ کے بانی پروفیسر بر سوال لاول (Percival Lowell) (المتوفی ۱۹۱۶ء) نے کی تھی، یہ سیارہ اور سیاروں کی نسبت آفتاب سے زیادہ دور ہے، اس کا نام بعد میں پلوٹو (Pluto) رکھا گیا ہے،

ڈاکٹر ادون ہیل (Edwin Hubble) اور ملٹن ہیومین (Milton Humason) نے ایک جدید طرز تحقیق سے دریافت کیا ہے کہ بہت سے ستارے چالیس میل فی سکند کی رفتار سے گردش کر رہے ہیں یعنی کہ زمین کی گردش کی جو رفتار خط استوا پر ہے، اسے ایک سو پچاس گنا زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ،

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر جے (J. A. Milne) نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ستاروں کی ساخت آئندے کی طرح ہوتی ہے، درمیان میں زندگی کی سی ایک سخت چیز ہوتی ہے اور اس کے چاروں طرف بے قسم کا مادہ ہوتا ہے،

رصد خانہ پیرس کے ڈاکٹر لیو (B. Lyot) کی تحقیقات سے معلوم

ہوتا ہے کہ چاند کی سطح پر بظاہر کوئی آتش فشان کی راکھ پڑی ہوئی ہے،  
ڈاکٹر ہلبرٹ (H. L. Hall) نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ممکن ہے کہ کرہ ارض کے ساتھ ہی ایک دم دار ستارہ ہو جو کبھی کبھی خفیف سی روشنی کی شکل میں دکھائی دیتا ہے، اور جسے بہت دان جکی نیشین (Jegevrochev) کہتے ہیں،

ڈاکٹر مور (H. H. Moore) کی تحقیقات کے بموجب نپتون (Neptune) میں دن تقریباً سو گھنٹہ کا ہوتا ہے،

باروڈ کالج کے رصد خانہ کے ڈاکٹر ڈاکٹر ہارلوٹ پے نے کائنات کی ترکیب کے متعلق ایک جدید نظریہ پیش کیا ہے، کہ یہ ایک عظیم الشان نظام ہے جو ستاروں کے سیکڑوں چھوٹے چھوٹے مجموعوں کی ہنگامی سے بنایا ہے، یہ ستارے ابتداء پر اسرار حکم دار سخا بیات کی طرح تھے، ستاروں کے قطر کی پیمائش کے لئے کیلیفورنیا کے رصد خانہ ولسن میں پچاس فٹ کا ایک نیا عظیم الشان آلہ بنایا گیا ہے،

کورنل یونیورسٹی کے ماہرین علم کیمیا ڈاکٹر جیکب پیش اور زڈا ہافورڈ نے دریافت کیا ہے کہ بعض شہاب ثاقب میں جو زمین پر گرتے ہیں، آرسینک اور جرمیم دونوں چیزیں موجود ہوتی ہیں سات شہاب ثاقب کی دریافت کا اعلان دوران سال میں کیا گیا، اگرچہ ان میں سے ایک کے متعلق پوری تحقیق نہیں ہوئی، اور دوسرا وہ تھا جو وقتاً فوقتاً نظر آتا رہتا تھا، پہلے اور چھٹے کو رصد خانہ ہمبرگ کے ڈاکٹر شائین اور وچمین نے دریافت کیا، دوسرے کو ہمبرگ ہی میں بیر (Beyer) نے دریافت کیا تیسرے کو ولکن نے دریافت کیا جو پولینڈ کا رہنے والا ہے، پانچویں کو فورڈ نے چھٹے کو ڈاکٹر جارج وان ہمبرگ (George van Biersbroeck) نے اور ساتویں کو ناکامورا (Nakamura) نے دریافت کیا جبکہ تعلق کیوٹو امپریل یونیورسٹی جاپان سے ہے،



علم کیا اور اسے رنگ ہنڈرکس اور پروفیسر لائٹس پالنگ نے دریافت کیا ہے کہ ٹھوس مرکبوں میں گردش کرنے والا سالمہ ہوتا ہے یہ انکشاف گنجائش حرارت کے ساتھ ایک اہم تعلق رکھتا ہے، ولیم بریگ و کوریہ یونیورسٹی مینچسٹر اور پروفیسر لائٹس پالنگ نے سیلیکیٹ (Silicate) کے قلم کی ساخت کا کیمیائی معائنہ کیا،

ٹامس ہڈنگ نے برقی آلات برید میں استعمال کے لئے ایک نیا گیس ایجاد کیا ہے جو ہر غائی اور آگ لگانے کے خطرہ سے بری ہے، یہ گیس کاربن، کلورین، اور فلورین سے مرکب ہے، کیروٹین (Carotene) یعنی وہ مادہ جو بعض غذاؤں کو زرد بنا دیتا ہے غذائیت کے لئے اسی قدر اہم ہے جس قدر سنبلوروفل (Chlorophyll) کیونکہ وٹامن آ (Vitamin A) ترکاریوں، مکھن، اور آٹے کی زردی کے اس رنگ کے ساتھ شامل رہتی ہے،

ربر کے بلوے سے پہلے یونائیٹڈ اسٹیٹس بورڈ آف اینڈرڈس کے کیمیائی محمولوں میں جھیل گئے، انجیری دنیا کی دوسرے لمبی عمر میں بند کردی گئیں یعنی کل وان کل Kilvan کے کاپل نیویارک میں جس کی محراب (۱۶۷۵) فٹ چوڑی تھی اور دوسرا بندرگاہ سڈنی کاپل آسٹریلیا میں جسکی وسعت (۱۶۵۰) فٹ تھی،

میں فرانسیکو (امریکہ) میں ایک عظیم الشان پل کی تعمیر کا انتظام ہوا ہے جس پر تین کروڑ چالیس ڈالر خرچ ہونگے، اس پل کی صدر محراب کی وسعت (۲۲۰۰) فٹ ہوگی، یہ محراب دنیا میں سب سے زیادہ چوڑی ہوگی،

ڈٹرائٹ و ہنڈرکس جو کنڈا اور مالک متحدہ امریکہ کو دیہات ڈٹرائٹ کے نیچے ملائی ہے، گاریوں کی آمد و رفت کے لئے کھول دی گئی،

ایک یوسے کارجمین (۱۹۰۰) گھوڑوں کی طاقت کا ہوائی جہاز کا جنس لگا ہوا تھا (۱-۱) اسل فی گھنٹہ سے زیادہ کی رفتار سے جرنی کی ایک سیدھی ٹرک چلی لکڑی کی محراب کا دنیا کا سب سے لمبا پل برٹ فرانس میں تعمیر ہوا اس میں تین طاق میں اور ہر ایک (۱۱۲) فٹ چوڑا، جرنی کا نیا جہاز یورپ (۱۹۲۵) میں امریکا میں داخل ہوا اور اپنے ساتھی جہاز برمن (۱۹۲۵) نامی سے بہت لیجا کر شمالی اوقیانوس کا سب سے بڑا جہاز ثابت ہوا،

شکاگو کے تجارتی بازار کی عمارت جو دنیا کی سب سے بڑی عمارت کہی جاتی ہے تکمیل کو پہنچی، دنیا کا سب سے اونچا پل جو دیہات آرکس سے (۱۲۶۰) فٹ کی بلندی پر ہے شہر کین کے قریب امریکہ کے صوبہ کولوریڈو میں تعمیر ہوا، ریڈیو ٹیلیفون کا سلسلہ نیویارک اور یونیس ایس (امریکہ) کے درمیان قائم ہو گیا ہے جس سے بذریعہ ریڈیو چار براعظموں یعنی شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ و افریقہ کے درمیان رابطہ قائم ہو جانا ممکن ہو گیا ہے،

چجرگ (امریکہ) میں پندرہ لاکھ ڈالر کے صرفہ سے ایک ایسا کارخانہ تعمیر ہوا ہے جس میں کھڑکیاں نہ ہونگی، ہوا اور روشنی کا انتظام دوسرے مصنوعی طریقوں سے کیا جائیگا، طبعیات ڈاکٹر اس گن نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ آفتاب ایک زبردست برقی قوت کی طرح بجلی سے روشن ہوتا ہے جو (۱۰۰۰۰۰۰۰۰) ولٹ (۷۵۷) کے دباؤ سے آفتاب کے اندر سے نکلتی ہے، ڈاکٹر چرڈ لوئیس نے کائنات کے متعلق ایک جدید نظریہ پیش کیا ہے کہ یہ غیر سکونی ہے اور یہ ایسے مادہ سے بنی ہے جو شعاع سے منتشر ہو رہا ہے،

روٹرس (H.C. Roters) اور پالڈنگ (H.L. Paulding) نے ایک ایسی گھڑی بنائی ہے جو خود بخود ریڈیو کے اشاروں پر اپنا وقت صحیح کرے گی،

ڈاکٹر میرسن کے زیر نگرانی ایک نے طرز کی گھڑی تیار کی گئی ہے جو برقی طاقت سے چلیگی ڈاکٹر لائچ نے ایک طرز کا خانہ ایجاد کر کے جس میں تانبے کا آکسائیڈ ہوتا ہے برقی رو کو براہ راست آفتاب کی روشنی سے حاصل کرنا ممکن کر دکھایا ہے،



## احکامِ علمیت

### ہوائی جہاز کا مستقبل

سر دست اگرچہ ہوائی جہازوں کو خطرات کا سامنا پڑتا ہے، لیکن متعدد ماہرین پرواز کا خیال ہے کہ کہ آئندہ جو ہوائی جہاز تیار ہوں گے وہ موجودہ جہازوں سے بڑے ہوں گے اور ان میں راحت و حفاظت کے تمام سامان موجود ہوں گے اور جہاز اور ریل کے سفر سے انکا سفر خطرات سے زیادہ محفوظ ہوگا، آئندہ ہر ہوائی جہاز میں فضائی کشتیان لگائی جائیں گی، جبکہ ضرورت جہاز سے الگ بھی کر سکیں گے، اور پھر اس سے مل بھی سکیں گے، اس طرح ہر شخص خطرات سے بھی بچ سکے گا، اور سیر و تفریح بھی کر سکے گا، ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس وقت ہوائی جہازوں کے تمام انجنیر مچھلیوں اور چڑھیوں کے حالات زندگی کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں تاکہ ایسے نتیجے تک پہنچ سکیں جن سے فن پرواز میں ترقی ہو غالباً آئندہ زمانہ میں ہوائی جہازوں کی بیرونی غلاف پر ایسے چھلکے چڑھائے جائیں گے جو مچھلیوں کے جسم کے چھلکوں سے مشابہ ہوں گے، کیونکہ ان سے ہوائ کے مقابلہ میں آسانی پیدا ہوگی، اور جہاز تیزی کے ساتھ اڑ سکیں گے، یہ سمجھا رہے ہیں کہ سرعت پرواز جہاز کے توازن اور مسافروں کے آرام میں خلل انداز نہیں ہوتی

### بقائے شباب

بعض امریکن ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اب ایسے علمی طریقے ایجاد ہو گئے ہیں، جنکے ذریعہ سے جسم انسانی کی رطوبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور جس طریقہ سے خون کی تحلیل کیا وی کی جاتی ہے اسی طریقے سے انکو گھٹایا یا بڑھایا جاسکتا ہے، اور اس طریقہ سے ان مریضوں کی عمر کو بڑھایا جاسکے گا، جو مرض "اوڈیا" میں مبتلا ہیں کیونکہ یہ مرض جسم میں رطوبات زائدہ کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے، لیکن چونکہ یہ رطوبات

انہیں اسباب سے جمع ہو جاتی ہیں، جن سے قبل از وقت آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے، اس لئے جب مرض ایڈ کے علاج کا قابل اطمینان طریقہ معلوم ہو جائیگا، تو قبل از وقت بوڑھاپے کا بھی علاج ہوسکے گا،

### دنیا کا بلند ترین منارہ

شہر شیکاگو میں دنیا کا بلند ترین منارہ قائم ہے، جو سطح زمین سے ۶ سو پانچ اونچا ہے، اور اس سے جو روشنی پھیلتی ہے، وہ ایک ہزار چھ سو ملین کے برابر ہے، اگر زمین سطح اور ہموار ہوتی، تو اسکی روشنی پانچ سو میل کے فاصلے سے نظر آتی، لیکن چونکہ زمین کروی ہے، اس لئے جو شخص منارے سے پانچ سو میل کے فاصلے پر ہوتا ہے، اسکو یہ نظر آتا ہے کہ اسکی روشنی کی شعاعیں اور پچاس میل کی بلندی پر اس کے سر سے گذر رہی ہیں، با اینہما اس کی روشنی میں عام اختہارات سو میل کے فاصلے سے اور عام اخبارات پچاس میل کے فاصلے سے پڑھ سکتے ہیں،

### ستاروں کی ترکیبی ساخت

ایک پروفیسر صاحب (جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں علم ہیئت کے پروفیسر ہیں) کا خیال ہے کہ ستاروں کی ترکیب انڈون سے مشابہت رکھتی ہے، یعنی انڈون کی زردی کی طرح ان کے اندر بھی ایک کثیف مادہ ہوتا ہے، جسکے گرد گیسین جمع رہتی ہیں، اور فہریت کے پیمانے سے اس کی حرارت کا درجہ ایک لاکھ ملین ہوتا ہے، اور اس حرارت کی وجہ سے اس کثیف مادہ کے تمام ترکیبی عناصر کربائیت میں بدل جاتے ہیں

### ریڈیم کے دریافت کرنے کا طریقہ

معدنی چیزوں میں ریڈیم سب سے زیادہ گران قیمت چیز ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک کیاب اور تادیر چیز ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ زمین کے ہر حصے میں ریڈیم کے عناصر پائے جاتے ہوں، جسکے دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ فولٹو گراف کے شیشے کی ایک تختی اندھیرے میں رکھی جائے پھر اس کے اوپر لوہے کا ایک ٹکڑا یا لوہے کی کنجی رکھ دی جائے، اس کے بعد ان سب کے اوپر وہ مٹی رکھی جائے



جسکی نسبت یہ خیال ہو کہ اس میں ریڈیم کے عناصر شامل ہیں اور اس طرح ان سب کو چند دنوں اندر حیرت میں بھجور دیا جائے، اس کے بعد نوٹو گرات کے شیشے کو جس طرح تصویر اتارنے وقت دھویا جاتا ہو دھویا جائے، اگر مٹی میں ریڈیم کے عناصر شامل ہونگے تو اس سے جو روشنی پیدا ہوگی اس کی تصویر نوٹو گرات کے شیشے پر اترائیگی، لیکن اگر تصویر نہ اتری تو اس سے ثابت ہوگا کہ ریڈیم کے عناصر اس مٹی میں نہیں ہیں۔

### کپڑے آواز کو جذب کر لیتے ہیں،

بعض تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑے بالخصوص دیر کپڑے آواز کو جذب کر لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تھیرڈن اور گرجاؤں میں بہ نسبت جارٹے کے گرمیوں میں آواز صاف سنائی دیتی ہے کیونکہ جارٹوں میں موٹے کپڑے آواز کے بڑے حصے کو جذب کر لیتے ہیں، اسی بنا پر جن تھیرڈن میں نقل کے گدے زیادہ بچھائے جاتے ہیں ان میں بلند آواز کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے،

### آواز کے بلند کرنے کا آلہ

ایک امریکن نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو ٹیلیفون میں اسی غرض سے لگایا جاتا ہے کہ آواز کتنی ہی بےست ہو اور ٹیلیفون کے گرد کتنے ہی شور مچایا جائے، لیکن وہ آواز کو بلند کرتے بعض اشخاص قصداً ٹیلیفون کے ذریعہ سے نہایت بےست آواز میں گفتگو کرتے ہیں، تاکہ اس کے گرد کے لوگ بات کو نہ سننے پائیں، لیکن اس آلہ کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جس سے گفتگو کیجاتی ہے وہ اس بےست آواز کو اچھی طرح سن لیتا ہے۔

### بچوں کی قوت گویائی

اگر بچوں کے روز پیدائش سے ان کے گفتگو کرنے تک کے زمانہ کو دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہ چیزوں کا نام زبان سے لینے کے پہلے ان کی صورتیں پہچان لیتے ہیں مثلاً اگر کسی بچہ کو کسی

پیالہ میں دو تین مرتبہ دودھ پلایا جائے، تو پھر وہ دودھ کا پیالہ اپنے سامنے لاتے دیکھتے ہی سمجھ لیتا ہے کہ دودھ آکر آیا ہے، لیکن دودھ کا مفہوم سمجھنے کے باوجود وہ اپنی زبان سے کچھ مدت کے بعد ہی ادا کر سکتا ہے، تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بچے پہلے حروف شقیہ یعنی با، میم وغیرہ ادا کرتا ہے، جو اس سے ہو کر نکلتے ہیں، اور اسی لئے وہ ابتداً "بابا" "ماما" "کسانی" سے کہنا شروع کرتا ہے، ان حروف کے بعد ایسے حروف ادا ہوتے ہیں، جو زبان اور دانت کی مدد سے نکلتے ہیں، جیسے نا، طا، وال، میم وغیرہ اور ایسے زمانہ میں، بچے "تانا" "دادا" "نانا" "لالا" وغیرہ کہتے ہیں، اور پھر یہی زمانہ بچوں کے آغاز کلام کا ہوتا ہے، لیکن کبھی کبھی بچے تین اور چار برس تک قوت گویائی سے محروم رہ جاتے ہیں، لیکن ماہرین فن کے نزدیک اس میں ان کی خطا نہیں نہ صرف انکی مان کا قصور ہوتا ہے، کیونکہ مان عادتاً بچہ کو لفظ مشق کرنے میں ایسے الفاظ بار بار خود اپنی زبان سے کہہ دیتی ہے، جو بچہ اپنی زبان سے ادا کرنے کا بار بار قصد کر کے رہ جاتا ہے،

### دنیا میں موٹروں کی تعداد

اس وقت دنیا میں موٹروں کی مجموعی تعداد تین کروڑ پچاس لاکھ (۳۵۰۰۰۰۰) ہے یعنی تمام دنیا کی آبادی کے حساب سے (۵۵) آدمیوں کے درمیان ایک موٹر ہر سال ۳۰۹۲۸۲۷ موٹر تیار ہوتے ہیں، اس مجموعی تعداد میں ۸۸ فی صدی سے زیادہ امریکہ کے تیار کردہ ہیں، امریکہ میں موٹروں کی موجودہ تعداد ۲۶۶۵۳۴۵۰ ہے،

### عراق میں ایک قدیم مدفن

امریکہ کی ایک علمی جماعت نے جو شمال عراق میں آثار قدیمہ کی تحقیقات کر رہی ہے، ایک مقام پر ایک نہایت قدیم مدفن کا سراغ لگایا ہے جس میں ایک مٹی کا نابوت اور کچھ مٹی اور پتیل کے برتن وغیرہ ملے ہیں، اور ظن غالب یہ ہے کہ اسکی تاریخ سلطنت خمیر سے تعلق رکھتی ہے جس نے ۲۳۳۳ ق م سے ۲۰۵۰ ق م تک وہاں حکومت کی ہے، لیکن سکندر کی فتوحات میں چونکہ بہت کم مدفن غارتگری سے محفوظ رہے، اسلئے خیال ہے کہ اس مدفن کے ذریعہ سے بہت سے اہم آثار کا سراغ لگ سکے گا، "رع"



## از حیات آفرین

از

جناب قبال احمد صاحب سیل ایم لے ال ال بی (علیگ) ایڈوکیٹ عظم گڑھ  
گلگندہ روزگار سیر کے قابل نہیں اس کی حقیقت ہر ذہن اسکا مجاز نہیں  
لالہ رنگین پرند شاید آتش نشین سنبھل مشکین کندہ مار تیر آستین

قامت سرو بلند مصرع آہ خزن

اسکا خیابان ہو یا سایہ داغ پلنگ اس کا بیابان ہے یا وسعت کام ننگ  
زندگی و موت میں را بط جام ونگ ذرہ خورشید میں کشمکش صلح و جنگ  
عالم اجسام میں معرکہ مہر و کین

ایک منظر پر نہیں بزم جہان کو قرار روز بدلتا ہی رنگ جلوہ ہستی ہزار  
دہر کی طینت گریز وقت کی فطرت ڈرا گرم تگابو ہی ابلق لیل و نہار  
دیکھئے رکنا ہی جگے یہ ظالم کمین

فہم سے بہت ماورعی بزم جہان کا نظام تکلیف آلام سے اس کا ہر لبریز جام  
میکندہ دہر میں کون نہیں تلخ کام خون متفائق سے ہر دے میں لالہ فام  
زخم کو اکب سے چور سینہ چرخ برین

بھول بھولیاں ہر یہ داگہ نش جہات موت سے پہلے کہاں اسے میرنجات  
کرنہ سکا کوئی حل مسئلہ کائنات شاطر آیام سے کھائی نہیں کس مات  
اس کا گرفتار دام چھوٹ کر نکلا نہیں

ہستی ناپائدار کیا ہے تیرا اعتبار داغ ہے تری بہار ننگ ہر تیرا وقار  
خاک ہو تری مزار موت ہی تیرا خمار تیرا مزہ ناگوار تیری فصاحت بار  
تیری زمین شعلہ زار تیرا فلک آتشین

شوکت دارا وجم قصہ ماضی سہی کل کی ابھی بات ہر فرہ امان اتی  
لیٹ گئی ایک آن میں زار کی شام نشی وارث عثمان سے تخت خلافت تھی  
مسند قاجار پر ہی اب رضا خان کین

جار تیر نہیں دہر کا یہ انقلاب موج ہستی ہر خود سلسلہ پیچ و تاب  
جلوہ نیرنگ ہے حسن ازل کی نقاب اصل میں ہر در نہ ایک قطرہ موج و حباب  
شان مظاہر ہی صرف گاہ چن گھنچن

جلوہ ہستی ہے کیا صرف فریب سراب زندگی مستعار کیا ہے بس ایک نقش آب  
اس کی حقیقت عدم اسکا وجود اضطراب خواب ہر یہ زندگی موت ہی تعبیر خواب  
زندگی ایک مہم ہو موت ہی حق البقین

ہے یہ فریب جہات پر تو شان صفات کرتے نہیں التفات اس پہ طلبگار ذات  
اکہ بتاؤں تجھے سر حیات و مات موت جسے کہتے ہیں ہر وہی عین حیات  
قطرہ گم گشتہ ہر بحر میں خلوت گزین

وسعت کون و مکان جس کے مقابل نخل ننگ ہی اس کے لئے یہ قفس آب و گل



موت کے بس کی نہیں زندگی اہل دل  
بن کے مٹا کرتی ہے موج کی چین چین

خود تیرے سینہ میں ہر درخشاں نہاں  
عشق کی سرکار میں نذر تو کر نقد جان  
چاک گریبان سے کر مچ تجلی عیان  
آکے قدم لیگی خود زندگی جادوان  
کرے ابھی امتحان گرنہ ہوا سکا یقین

حق و صداقت پہ ہو حیا قدم استوار  
خدمت ملک و وطن جسے بنایا شعار  
شیوہ اہل یقین جس نے کیا اختیار  
ملت و دین پر کئے جس نے دل جان نثار  
ایسا شہید و فام کبھی سکتا نہیں

دھوڑتے جاتا ہر تو چشمہ جوان کہان  
اپنا خضر آپ بن کر تو ذرا امتحان  
مرز عذہرین کاشت تو کر تخم جان  
ہے اسی ایک انہ میں فطرت خرمین نہاں  
اجر شہادت ہر کیا مرگ حیات آفرین

ایسی موتیں تو ہیں قابلِ صدا احترام  
جو کہ بدل دیتی ہیں بزمِ جان کا نظام  
دیتی ہیں جو روح کو عالمِ جان کا پیام  
بھرتی ہیں افرادِ دین و لولہ جوشِ عام  
دیتی ہیں اقوام کو پھر سے حیات نوین

ایسی شہادت تو ہے زیست کا نقشہ  
ایسی شہادت کی ہے ادبی شور و شین  
شیوہ مژان نہیں ماتم و فریاد وین  
ایسی شہادت تو ہے ارثِ علی و حسین  
جس کو یہ دولت شاہِ سبز آفرین

آہ محمد علی آہ شہید و وطن  
زبدہ اہل کمال مرجعِ اربابِ فن  
چھوڑ کر چلے یا تو دہر کا دارالمن  
ملتِ اسلام کی سونی ہوئی انجمن

خیر مبارک تجھے سیر بہشت برین

پاک گہریا کبار زندہ دل زندہ سنا  
مست شرابِ حجاز شمعِ شبستانِ راز  
مرکزِ صد عز و ناز غازی گردنِ خراز  
چامہ گریبان نوازِ ناسرِ جادو و طراز  
تظم تری جانگدازِ نثر تریِ دلنشین

یون تو ہر اک صبح کو صبحِ گہِ مشترک  
شرق سے ہوگا عیان شاہِ سرِ فلک  
کیون نہ ہو مخوف خانِ راجِ سما تاسک  
آہ نہ دکھلائیگا اب کبھی اپنی جھلک  
غرب میں ڈوبا ہر جو شرق کا مہرین

عازمِ مغرب ہوا چھوڑ کر ملک و دیار  
مشہدِ ملت پہ کی جان گرامی نثار  
قلزمِ انوارِ قدس تجھ پہ رشخہ بار  
شامِ غربی میں کی صبحِ وطن آشکار  
ملتی ہے ہر شخص کو ایسی سعادت کہیں

کی دم آخر تک خدمتِ ملک و وطن  
تلخیِ آلام کچھ نہ ہو سکی دل شکن  
مردہ ہمت بنی شدتِ رنج و محن  
کر نہ سکا تجھ کو رام خطرہ دار و رسن  
ہاتھ سے چھوٹی نہیں دین کی حلستین

ہاتھ میں لیکر اٹھا جب علمِ لا الہ  
پاؤں سے ٹھکرا دیا سب حشمِ دال و جاہ  
دیکھے یون ہوتی ہر فیضِ ازل کی نگاہ  
حق نے عطا کی تجھے کتنی بڑی پانگاہ  
نام سے معمور ہیں تیرے زمانِ زمین

مطلعِ اسلام میں ذاتِ ہتری آفتاب  
عارضِ توحید سے تو نے الٹ دی نقاب  
سعی تری کامیاب تیری دعا مستجاب  
مسجدِ قصی میں ہر تیرا حیدرِ خواب  
گلشنِ لاہوت میں روحِ ہر مسند نشین



## ملت بے امام

از

محمد اسد خان، بنی سلف (ملتان)

ہر آن ملت کہ محروم امام است  
 امانے گیر ہر حفظ آئین  
 بر آئینے است رفتار کو اکب  
 دلے پیدا کن اندر جسم، ورنہ  
 بنیابی تا زابرشے اشارت  
 جماعت قوسن شدت و سرکش  
 بگو آخر زماش در کف کیست؟  
 نگاران بے شمار آمانہ بسیم  
 ہزار انجم نغزو زند شنب را  
 بہ مسجدین صلوات بے امان  
 اگر در بزم شمع نیست روشن  
 اگر کشتی رود بے نا خداے  
 اگر در انجمن ساقی بنا شد  
 بر آن لشکر کہ سر لشکر ندارد  
 چو انبوه بہائم بے نظام است  
 کہ ملت را از آئین انتظام است  
 اذان این کاروان گردون خرام است  
 بچشم و گوش تفریق دوام است  
 اگر متربان شوی مرگ حرام است  
 نہ دامن شمسو ابر آن کدام است  
 گرفتہ ناقہ ماتیز گام است  
 بتے کو دلبر ہر خاص و عام است  
 کجا یک جلوہ ماہ تمام است؟  
 تیکے در سجدہ دیگر در قیام است  
 دل پر دانگان در سوز خام است  
 بہ آخر زیر در بایش مقام است  
 چہ سود از بادہ و مینا و جام است؟  
 بیدان دغا رفتن حرام است

بناشی تا غلام بخت کارے  
 خیال سرور سی سودا خام است  
 ہر آن ملت کہ آقاے ندارد  
 غلام است و غلام است و غلام است

بمیرم از خجالت چون بہرند  
 اسد، میرسلیمان کدام است؟

## ارض القرآن حصہ اول

عرب کا قدیم جغرافیہ، عادات، ثبوت، سبا، اصحاب لایکہ، اصحاب الحج، اصحاب الفیل کی تاریخ، اسطر  
 لکھی گئی ہے، جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی زردی، اسرائیلی لٹریچر اور موجود  
 آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے، طبع دوم ضخامت ۳۲۴ صفحے، قیمت ۴۰۰

## ارض القرآن حصہ دوم

قرآن مجید کے اندر جن قوموں کا ذکر ہے، ان میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، یونس، ایل  
 اصحاب الرس، اصحاب الحج، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان  
 اور مذہب پر تفصیلی مباحث، طبع دوم، ضخامت ۲۴۰ صفحے، قیمت ۴۰۰

## خلافت نبیہ اور دنیا سہل

اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گزشتہ صدیوں میں کیا خدمات  
 دی ہیں، ضخامت ۱۲۶ صفحے، قیمت ۴۰۰

”منہج“



## مکتبہ عابدیہ

تفسیر قرآن، مولوی شائق احمد صاحب عثمانی عصر جدید پریس نمبر ۷، چوناگلی کلکتہ ۱۵۵ صفحہ

تقطیع چھوٹی قیمت ۸

مولوی شائق احمد صاحب عثمانی ادب عصر جدید کلکتہ نے اس رسالہ میں پانچ سورتوں، سورہ ملک

دہر، بنار، بلد اور سورہ عبادات کی تفسیر اپنے رنگ میں لکھی ہے،

تعلیم الصلوٰۃ، مولفہ علیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل، حیدر آباد دکن ۱۰۰ صفحہ

لکھائی، چھپائی بچوں کے لائق جلی قیمت تقریباً ۲

حضرت جلیل نے اپنے استاد مرحوم حضرت امیر مینائی کی فرمائش سے یہ مذہبی رسالہ بچوں کو نماز سکھانے کے لئے لکھا تھا اب نظر ثانی کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے، رسالہ میں نماز کے ضروری مسائل عام فہم انداز میں لکھے گئے ہیں،

اسی طرح نماز کے متعلق چند اور رسالے بھی اردو میں اس طرف شائع ہوئے ہیں، ان میں سے

ایک ترکیب نماز ہے جس کو جناب حکیم حافظ علی احمد صاحب کانپوری نے تحریر فرمایا ہے، یہ ایک

مبسوط رسالہ ہے جس میں اولاً نماز پڑھنے کے قواعد اور ضروریات پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر نماز پڑھنے کے طریقے

اور نماز کے ضروری مسائل زیادہ استقصاء سے جمع کئے گئے ہیں، قیمت ۲، جناب شوکت علی خان صاحب

امین گنج مکان فیروزہ کانپور سے دستیاب ہو سکتا ہے، نماز کے متعلق تیسرا رسالہ تحفہ نماز ہے جس کو مولوی

محمد طہر صاحب ایم اے ال ال بی نے مرتب کیا ہے، یہ نہایت مختصر تقطیع پر شائع کیا گیا ہے اور انجن

رفیق الاسلام گورگانوہ (پنجاب) سے مفت مل سکتا ہے، اور چوتھا رسالہ الصلوٰۃ فی الصیام والجمعات

ہے، اس کو جناب سید محمد رفیع الدین صاحب نے مرتب کیا ہے، یہ رسالہ فرقہ اہل قرآن کی نماز کا معلم ہے، نیز روزے کے بھی مسائل ہیں، رسالہ کا ہر ورق مزخرفات قسم کے مسائل و دلائل سے بھر پور ہے، مثلاً نماز پانچ وقتوں کے بجائے چار وقت اور روزہ رمضان، ماہ رمضان کے بجائے شمسی حساب سے ۲۲ اکتوبر سے ۲۰ نومبر تک یہ اور اسی قسم کے مضحکہ انگیز مسائل سے ۸۴ صفحے بھرے گئے ہیں،

خلافت کے مسائل، مصنفہ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب دفتر الحدیث امرتسر، ۲۰ صفحہ قیمت ۲

یہ رسالہ مناظرات سنی و شیعہ میں ہے، جس میں خلفائے اربعہ کے کارناموں سے ان کی خلافت کا برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے،

مولانا ثناء اللہ صاحب بیک وقت متعدد محاذوں پر جنگ آزمائی فرماتے ہیں، چنانچہ اسی مذکورہ

بالا رسالہ کے علاوہ ان کے دو اور جدید رسالے بھی پیش نظر ہیں ان میں ایک فیصلہ مرزا ہے، اس میں مرزا

غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوائے الہام کو ان کے آخری فیصلہ سے رد کیا گیا ہے، مولانا نے موصوف خود

مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے مقابل کے مناظر تھے، اور مرزا صاحب نے بالآخر تنگ آکر خدا سے دعا کی

تھی کہ جو ہم دونوں میں کاذب ہو وہ پہلے فوت ہو جائے، مرزا صاحب اپنے اس اعلان کے ایک سال

کے بعد فوت ہو گئے، اور مولانا نے موصوف نے مرزا صاحب کے اسی اعلان پر ان کے متبعین سے مناظرہ

کیا کہ وہ اعلان ان کے دعویٰ نبوت کی تکذیب پر آخری مہر ہے، یہ فیصلہ ایک تاریخی مناظرہ میں کیا گیا

اور ثالث کی طرف سے مولانا نے موصوف کو ان کی فتح پر تین سو روپے انعام دیے، چونکہ مرزا صاحب

دعوت نبوت عربی زبان میں بھی شائع ہوئی ہے، اس لئے مولانا نے اس آخری فیصلہ کو عربی زبان

قلبند کر کے شائع کیا ہے، اور اسی کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی مقابل کے صفحہ پر ہے، رسالہ ۱۰ صفحوں

میں آیا ہے، اور قیمت ۵ ہے،

مولانا کا تیسرا رسالہ کتاب الرحمن ہے، یہ پندت دھرم بھکشو آریہ سماجی کے رسالہ کے جواب



مین ہر پندت مذکور نے وید و قرآن کا مقابلہ کر کے قرآن مجید پر وید کو ترجیح دی تھی، مولانا نے موصوف نے اس رسالہ میں پندت موصوف کے دلائل کا رد کیا ہے اور قرآن مجید کو وید پر ترجیح دی ہے، مولانا نے موصوف مناظرات کے استاذ ہیں اور اس رسالہ کو بھی اپنے دلائل و نیز مناظرانہ رنگ میں تالیف کیا ہے یہ کتاب کا حصہ اول ہے جو ۴۴ صفحوں میں آیا ہے جو ۱۲۰۰ روپے مل سکتا ہے، یہ تمام رسالے دفتر المحدث امرتسر کے پتہ پر ملین گئے۔

**پہنی اور جاپانی افسانے**، مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب سروری، ایم اے اے ال بی

ناشر مکتبہ ابراہیمہ ایٹشن روڈ حیدر آباد، ۱۱ صفحہ، تقطیع چھوٹی قیمت ۹ روپے

مکتبہ ابراہیمہ کے زیر اہتمام "دینا کے شاہکار افسانے" کا جو سلسلہ شائع ہو رہا ہے، اس کا یہ ساتواں حصہ ہے، اسکو مولوی عبدالقادر صاحب سروری نے جناب محمد افتخار الدین اور میر خواجہ معین الدین صاحبان کی اعانت سے مرتب کیا ہے، اس میں چین اور جاپان کے چند مختصر افسانوں کا ترجمہ ہے، مرتب کا بیان ہے کہ بہترین قصوں کے انتخاب کی کوشش کی ہے، لیکن نہیں معلوم کہ یہ افسانے براہ راست ان زبانوں سے لئے گئے ہیں یا انگریزی سے ترجمہ ہیں۔

**ضحاک**، مترجم جناب اختر شیرانی، ناشر پنجاب اردو اکاڈمی لاہور ۸۲ صفحہ، تقطیع چھوٹی قیمت ۸ روپے

جناب اختر شیرانی نے کسی دوسری زبان سے اسکو اردو میں منتقل کیا ہے، اس میں ضحاک کے افسانے کو درجہ کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے، مترجم نے کوئی دیا چہ منسلک نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا کہ مصنف کتاب جناب سامی مسطور سالہ ن میں لکھا ہے، عجیب کیا کہ یہ فارسی زبان کا افسانہ ہو، کیونکہ مقدمہ میں شانہ نامہ کی تاریخی حیثیت کو اور غماز سکتہ بنانے کے بعد افسانہ ضحاک کو اپنے نظریے سے تاریخی استناد دینے کی کوشش کرنا، اس کے عجیبیت کو ظاہر کر رہا ہے، تاریخ و افسانہ دو جدا جدا چیزیں ہیں، اس لئے کسی ڈراے کے مقدمہ میں کسی افسانہ کی تاریخی حیثیت پر بحث ایک غیر متعلق سی بات ہے، لایق مزہم کو اپنے تعلیق میں مصنف کے دعویٰ کی تصدیق کی ذمہ داری پہنچاؤ، لایق مطلب تھا ترجمہ جناب سامی اور ڈراے جناب اختر شیرانی اب لطیف طرز پر لکھنے کے عادی ہیں اور یہی طرز تحریر آئیں بھی نمایاں ہے، "ر"

جلد سبب دوم

ماہ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۱ء

مضامین

سید سلیمان ندوی،

۲۰۲-۲۰۷

شذرات

مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی فریق دارالافتاء

۲۰۸-۲۱۱

حضرت ابو ہریرہؓ

مولوی عبدالقدوس صاحب ہاشمی ندوی سبب ندیم گیا

۲۱۱-۲۱۵

چین میں اشاعت اسلام

قدیم اردو بول چال

"ع ز"

۲۵۲-۲۵۶

ہندوستان میں اسلام پر عیسائی نقطہ نگاہ

"ع ز"

۲۵۶-۲۵۹

ایرانی فنون کی نمائش

"ع"

۲۵۹-۲۶۰

مکتوبات محمد علی

مولانا محمد علی مرحوم

۲۶۱-۲۶۴

اخبار علمیہ

"ع ز"

۲۶۸-۲۷۱

"منو حارر"

"س"

۲۷۲-۲۷۶

"سی زنا ہبائی"

"ع"

۲۷۶-۲۷۷

مطبوعات جدیدہ

"ع"

۲۷۸-۲۸۰

مجالس میلاد کا تحفہ

ابا کثر میلاد کی ستھری مجلسوں میں مولانا سید سلیمان ندوی کے خطبات مدرس پڑھے جاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو آٹھ تقریروں میں اس طرح مدلل دکھایا ہے کہ مجلس پر تاثیر کی کیفیت چھا جاتی ہے، بہت سے لوگ ان تقریروں کو زبانی یاد کر کے سیر نبوی کے بڑے ہر دل عزیز مقرر ہو گئے ہیں، قیمت :- ۲ روپے، "مذبح"